احباب سیریز نمبر

اِنَّمَا یُرِیدُ اللہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا

آٹھویں امام

یعنی

حضرت امام رضا علیہ السلام

کی

مختصر سوانح عمری

مؤلفہ

فاضل محقق عالم مدقق شمس الواعظین جناب مولانا
مولوی سید مظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

فہرست مضامین



دیباچہ

ہماری یہ کتاب چہاردہ معصومین علیہم السّلام کے سلسلۂ حالات کی دسویں کڑی ہے جو خصوصیت کے ساتھ شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے لکھی گئی ہے اس سلسلہ میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ عملی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑے تاکہ ہماری نئی پود میں عملی جوش پیدا ہو اور وہ جان لیں کہ ان کے مذہبی پیشوا اور دینی رہنما روحانی کمالات کے کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے ۔ اس زمانہ میں جب کہ انگریزی تعلیم اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو مذہب اور مذہبیات سے بالکل بے خبر بنا دیا ہے اس کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ حضرات چہاردہ معصومینؑ کے حالات زندگی مختصر رسالوں کی صورت میں ترتیب دیے جائیں تاکہ لڑکے لڑکیاں ۔ عورتیں ۔ کم پڑھے لوگ ان کو پڑھ کر مذہبی معلومات حاصل کریں ۔

ہم نے اس سلسلہ میں معتبر و موثق روایات کو درج کیا ہے اور محض تاریخی واقعات کے بیان پر اکتفا کی ہے۔ زبان کو حتی الامکان آسان اور زمانۂ حال کے موافق لکھا ہے

امید ہے کہ ہماری یہ ناچیز خدمت مقبول ہوگی۔

ناچیز مؤلف

سید ظفر حسن امروہوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

حالات و واقعات

آٹھویں امام حضرت علی رضا علیہ السّلام

۱۔ ولادت و نسب

ہمارے آٹھویں امام کا اسم مبارک علی، کنیت ابوالحسن اور سب سے زیادہ مشہور لقب رضا ہے کیونکہ آپ کی ایسی مقدس ہستی تھی کہ دشمن و دوست سب آپ سے راضی تھے۔ یا اس لیے کہ آپ ہمیشہ رضائے خدا کے جویا رہتے تھے۔ حضرت کی ولادت مدینہ منورہ میں ۲۵، ذیقعدہ سنہ ۱۴۰ھ[۱] روز پنجشنبہ ہوئی۔ آپ کے

۱؎ مناقب شہر آشوب میں ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۵۳ھ اور بعض تواریخ میں سنہ ۱۵۱ھ بھی ہے۔

والد ماجد کا نام حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور والدہ گرامی کا اسم مبارک جناب ام البنین نجمہ تھا۔ یہ خاتون معظمہ ایران کے ایک نہایت شریف خاندان کی صاحبزادی تھیں۔ ان کو حضرت موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ نے خرید فرمایا تھا اور اس لیے ان کو بہت عزیز رکھتی تھیں کہ وہ نہایت متین طبع۔ عقل وشعور والی اور صاحب صلاح وتقویٰ تھیں۔

معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے پیدا ہوتے ہی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور سر کو آسمان کی طرف اٹھا کر اپنے ہونٹوں کو جنبش دینے لگے گویا آپ خدا سے دعا فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں امام موسی کاظم علیہ السلام تشریف لے آئے اور اپنے پیارے بیٹے کو گود میں لے کر ایک کان میں اذان کہی اور دوسرے میں اقامت۔

حضرت کی والدہ گرامی اپنی ساس جناب حمیدہ مصفّاؑ کی بڑی تعظیم کرتی تھیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں کبھی آپ ان کے برابر نہیں بیٹھیں کبھی ان سے سختی کے ساتھ کلام نہیں کیا۔ چونکہ امام رضا علیہ السّلام بہت موٹے تازے پیدا ہوئے تھے اس لیے آپ دودھ زیادہ پیتے تھے ایک روز آپ کی والدہ نے جناب

حمیدہ سے کہا کہ ایک دودھ پلانے والی عورت میرے ساتھ اور کر دی جائے۔ انھوں نے پوچھا کس لیے؟ کہا یہ بچہ دودھ زیادہ پیتا ہے اس لیے میری نماز اور روزانہ کی تسبیح میں فرق آتا ہے۔

۲۔ ابتدائی حالات

حضرت امام رضا علیہ السّلام کی ولادت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی زندگی میں ہوئی تھی مگر افسوس کے کہ چار ماہ سے زیادہ حضرت صادق علیہ السّلام اپنے ہونہار پوتے کی بہار نہ دیکھ سکے۔ بہر حال دیگر اماموں کی طرح امام رضا علیہ السّلام کی تمام تعلیم بھی وہبی طریقہ سے ہوئی۔ جو کچھ آپ نے حاصل کیا اپنے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام ہی کی خدمت میں حاصل کیا ان کے زمانۂ حیات تک آپ کا سن پینتیس ۳۵ سال کا تھا۔ اس کے بعد آپ بیس ۲۰ سال تک منصب امامت پر فائز رہے اس حساب سے آپ کی عمر کل پچپن ۵۵ سال کی ہوتی ہے۔ آپ کے بچپن کا کوئی واقعہ خاص طور سے ملتا نہیں لہذا آپ کے حالات کا آغاز امامت کے زمانہ سے کیا جاتا ہے۔

۳- بغدادی فوج کی لوٹ مار اور امام علیہ السّلام

تمام سادات کی طرح محمد بن جعفر صادق علیہ السلام نے بھی مدینہ میں ہارون کی خلافت سے انکار کیا تھا۔ جب ہارون کو یہ پتہ چلا تو اس نے عیسیٰ الجلودی کو ایک بہت بڑی فوج دیکر مدینہ کی طرف روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ سادات کے تمام گھروں کو لوٹ کر انھیں ایسا نادار اور مجبور بنا دیا جائے کہ پھر وہ سلطنت سے مخالفت کا قصد ہی نہ کر سکیں اور محمد بن جعفر صادق علیہ السّلامؑ کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

عیسیٰ مدینہ میں پہنچا تو محمدؒ نے اس کا مقابلہ کیا مگر غالب نہ ہو سکے ان کے تمام ساتھی میدان سے فرار کر گئے۔ عیسیٰ نے ان کو گرفتار کر کے ہارون کے پاس بھیجدیا اور پھر سادات کے گھروں کو اس بیدردی سے لوٹا کہ کربلا کی لوٹ بھی دنیا کے دل سے فراموش ہو گئی۔ انتہا یہ ہے کہ کسی سیدانی کے سر پر منھ چھپانے کو چادر تک باقی نہ رہی عیسیٰ لوٹ مار کرتا ہوا امام رضا علیہ السلام کی دولت سرا تک بھی پہنچا۔ آپ مستورات کو ایک محفوظ مقام پر بٹھلا کر خود دروازہ پر آ کھڑے ہوئے۔ عیسیٰ نے وہاں آ کر کہا مجھے خلیفہ وقت کا حکم ہے

کہ اس مکان کے اندر داخل ہو کر عورتوں کا لباس اور زیور اپنے ہاتھ سے اُتار لوں۔ حضرت نے نہایت نرمی کے ساتھ فرمایا۔ تمھیں اندر جانے کی ضرورت نہیں ہیں خود از روے ایمان ایک ایک عورت کا زیور اپنے ہاتھ سے اُتار کر لائے دیتا ہوں۔ اور اسی طرح تمام کپڑے بھی البتہ ایک چادر بدن چھپانے کو چھوڑ دوں گا پہلے تو وہ ظالم راضی نہ ہوتا تھا جب آپ نے بہت اصرار کیا اور بار بار قسمیں کھائیں تب وہ بمشکل اندر جانے سے باز رہا۔ حضرتؑ حسب وعدہ اندر تشریف لے گئے اور تمام نقد و جنس لباس و زیور یہاں تک کہ بچوں کے کان کے بُندے پاؤں کی خلخائیں تک باقی نہ رکھیں اور سب سامان جمع کر کے عیسیٰ کے حوالے کر دیا۔ وہ لوٹ کا تمام سامان لیکر بغداد کو روانہ ہو گیا۔ یہ حضرتؑ کے آغاز امامت کا واقعہ ہے جو ۱۸۶ھ یا ۱۸۸ھ میں پیش آیا۔

امام رضا علیہ السلام کو محمد کے معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اپنے والد بزرگوار کی طرح آپ بھی ہمیشہ ان امور میں الگ تھلگ رہے تھے۔ بلکہ آپ نے اپنے چچا محمد کو آغاز کار میں بہت کچھ سمجھایا بجھایا تھا اور کُھلم کُھلا یہ کہہ دیا تھا کہ اس خیال کو چھوڑ دو تمھیں اس میں کامیابی ہونے والی نہیں مگر افسوس

وہ نہ مانے اور آخر جیسا حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

محمد بن جعفر صادق علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ بڑے مقدس و پرہیز گار اور بہادر اور سخی آدمی تھے۔ ایک روز روزہ رکھتے تھے اور ایک روز کھاتے تھے۔ ہر روز ایک دنبہ مہانوں کے لیے ذبح کرتے کبھی کوئی کپڑا ایسا نہ پہنا جو باہر جا کر خیرات نہ کر دیا ہو۔ پہلے تو ان کو معاملات سلطنت سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن کسی ناصبی نے ایک ایسی تحریر شائع کی جس میں جناب فاطمہؑ اور ان کی اولاد کو جی کھول کر بُرا بھلا لکھا گیا تھا۔ کسی سیّد کے ہاتھ وہ کتبہ لگ گیا۔ اس نے لا کر محمد کو دیا۔ اس کو دیکھتے ہی وہ بیتاب ہو گئے اور بدن پر ہتھیار سج کر فوراً باہر آئے اور لوگوں سے بعیت لینے لگے۔ بہت جلد لوگ ان کے ہم خیال بن گئے۔ لکھا ہے کہ جب یہ مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تھے تو دو سو سے زائد متقی و پرہیز گار لوگ صوف کا لباس پہنے ہوئے ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔

۴۔ امام رضا علیہ السلام اور بھائیوں کی مخالفت

خلفائے عباسیہ کی وعدہ خلافیوں اور ستم شعاریوں نے

سادات کو خلافت حاصل کرنے کے لیے نہایت ہی بے چین بنا رکھا تھا۔ سادات بنی حسن نے اس مخالفت کا آغاز اور جناب زید شہید کی اولاد نے ان کا ساتھ دیا اسی طرح حضرت محمد حنفیہ اور عبداللہ بن جعفر کی اولاد نے اپنی اپنی کوششیں کیں۔ ان کی دیکھا دیکھی محمد بن جعفر صادق نے بھی ہارون کے زمانہ میں لوگوں سے اپنی بیعت لیکر سلطنت کے خلاف کوشش کی غرضکہ سادات کی اس رنجش کا سلسلہ منصور عباسی کے وقت سے برابر قائم رہا۔ لیکن سادات کرام کی ان تمام کوششوں سے حضرات آئمہ طاہرین بالکل الگ رہے جو اُن کی حد درجہ احتیاط اور مآل اندیشی کی دلیل ہے۔ اسی وجہ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جو وصیت نامہ امام رضا علیہ السلام کے نام تحریر فرمایا تھا اُس میں اپنی اولاد کو تمام امور میں امام رضا علیہ السلام کے مطیع و محکوم رہنے کی سخت تاکید کردی تھی۔ حضرت کا مقصود یہ تھا کہ میری تمام اولاد آپس میں اتحاد و اتفاق کے ساتھ بسر کرے اور ایک سرپرستِ خاندان کے زیر اثر ہو کر دنیا میں پھولے پھلے۔ حضرت کو سادات کے متعلق پورا تجربہ حاصل ہو چکا تھا کہ انھوں نے کسی امام برحق کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے کیسی کیسی اذیتیں

اور ذلتیں اُٹھائیں اور ان کے گھروں پر کیسی تباہی و بربادی آئی۔ امام برحق سے زیادہ کوئی مصلحت وقت کا سمجھنے والا نہیں ہو سکتا لہذا اگر اس کے تابع فرمان رہ کر یہ اپنی زندگی گزاریں گے تو ان کی جان و مال خطرہ سے محفوظ رہیں گے لیکن افسوس ہے کہ ان کی اولاد نے حضرتؑ کی وصیتوں کی کوئی قدر نہ کی بلکہ آپ کے تین بیٹوں زید و ابراہیم و عباس نے بجائے امام رضا علیہ السلام کے مطیع ہونے کے شدت سے آپ کی مخالفت شروع کردی۔ انھوں نے باپ کے مرتے ہی تقسیم ترکہ کا دعویٰ قاضی مدینہ کی عدالت میں دائر کر دیا۔ امام علیہ السلام نے ان کو ہر چند سمجھایا اور آپس کی نا اتفاقی سے بچانے کی پوری کوشش کی مگر وہ کسی طرح نہ مانے۔ قاضی نے امام رضا علیہ السلام کو بلا کر جواب طلب کیا۔ آپ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بلا کر جواب طلب کیا۔ آپ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا وصیت نامہ اور اس کی تصدیق میں اپنے چچا اسحاق ابن جعفر کو اپنے حقوق کے ثبوت میں پیش کر دیا۔ آپ کے بھائیوں نے جب حضرت اسحاق کو گواہی پر آمادہ پایا تو انھوں نے بھی اپنے خاندان کی ایک مقدس خاتون حضرت اُم احمد کو زبردستی مجبور کر کے گواہی کے لیے لا بٹھایا

یہ حالت دیکھ کر امام علیہ السلام کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ آپ تو ضبط کر گئے لیکن حضرت اسحاقؑ سے برداشت نہ ہو سکی انھوں نے بھتیجوں کو ڈانٹ کر کہا۔ تمھاری حماقت اب یہاں تک پہنچ گئی کہ اپنی عورتوں کو کچہری میں لانے لگے۔ انھوں نے اس بات پر کان ہی نہ لگایا اور ام احمد کے اظہار لیے جانے پر اصرار کرتے رہے۔ قاضی نے مجبور ہو کر اُن خاتون معظمہ کی گواہی لی۔ انھوں نے صاف لفظوں میں اس وصیت کی تصدیق فرمائی۔ اور کہا یہ تحریر میرے سامنے ہوئی ہے اور یہ تمام اختیار میرے روبرو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے بڑے صاحبزادے امام موسیٰ رضا علیہ السلام کو سپرد فرمائے ہیں۔ انھوں نے اپنے جملہ متروکات ومقبوضات کا مستقل مالک آپ ہی کو قرار دیا ہے اور اپنے تمام خاندان کو ان ہی کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا ہے اس کے بعد قاضی نے ان کا دعویٰ خارج کر دیا اور تمام املاک وجاگیر وغیرہ پر امام علیہ السلام کا قبضہ بحال رکھا۔

ابراہیم۔ زید اور عباس جب اس معاملہ میں ناکام رہے تو وہ مدینہ منورہ سے باہر چلے گئے اور جو طریقہ اُن سے پہلے سادات نے سیاسی معاملات میں اختیار کیا تھا اسی پر وہ بھی

کاربند ہوئے۔ چنانچہ ابراہیم نے علاقہ یمن میں جاکر اپنی بیعت لینی شروع کی اور کئی سال اس کام میں لگے رہے مگر اسحاق عباسی کے ہاتھ سے شکست کھا کر ایسے بھاگے کہ پھر کہیں ان کا پتہ نہ چلا۔ زید اور عباس مدینہ سے نکل کر عراق پہنچے۔ زید نے اپنی کوششوں میں اس حد تک اپنی کامیابی بھی حاصل کی کہ بغداد کی خانہ جنگی کے زمانہ میں وہ دو تین دن تخت حکومت پر بھی بیٹھ لئے مگر پھر مامون کی فوج نے بہت جلد انھیں گرفتار کر کے مامون کے پاس خراسان بھیجدیا۔ مامون نے نہ تو انھیں قتل کیا اور نہ قید بلکہ امام موسی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ آپ اپنے بھائی کو ہدایت فرما دیں کہ وہ آئندہ سلطنت کے خلاف کوئی عمل نہ کریں۔ حضرتؑ نے ان کو اس حال میں دیکھ کر بہت افسوس کیا اور ہدایت فرما کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے بعد زید عمر بھر حضرت کے ساتھ رہے۔ عباس کی سرگزشت بھی ایسی ہی ہوئی۔ یہ بھی عراق کی پر آشوبی میں کچھ دنوں گرفتار رہ کر آخر کار خانہ نشین ہو گئے۔

باوجودیکہ بھائیوں نے ترکہ کے معاملہ میں امام علیہ السلام کی سخت مخالفت کی تھی لیکن حضرت نے ہمیشہ ان کے ساتھ

اچھا ہی سلوک کیا۔ آپ نے مقدمہ کے فیصل ہو جانے کے بعد اپنے تینوں بھائیوں کو بلا کر فرمایا میں تمھاری مجبوریوں کو خوب جانتا ہوں تم اپنے اخراجات اور قرض وغیرہ کی وجہ سے بہت پریشان ہو رہے ہو اور شاید یہی وجہ تمھاری مخالفت کی بھی ہوئی۔ اتنا فرما کر آپ نے خادم خاص سعید کو بلا کر حکم دیا کہ جتنی رقم انھیں درکار ہو فوراً میرے پاس لاؤ تاکہ میں ان کے مطالبات ادا کر کے انھیں سبکدوش کر دوں۔ پھر اپنے بھائیوں سے فرمایا جب تک میں زندہ ہوں تمھاری مدد سے ہاتھ نہ روکوں گا۔ اب جو تمھاری خواہشیں ہوں بیان کرو۔ افسوس! نفسانیت نے حضرتؑ کی اس شفقت اور ہمدردی کی قدر نہ ہونے دی عباس نے کہا اوّل تو آپ ہمیں کچھ دیں گے نہیں اور اگر دیا بھی تو وہ اس سے کم ہوگا جو ہمارا حق آپ کے ذمے واجب الادا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا تمھیں جتنا درکار ہو مانگو اور مجھ سے اپنے مقاصد کو بیان کرو اگر وہ مقاصد نیک ہیں تو ضرور پورے کیے جائیں گے اور اگر بد ہیں تو خدا تمھیں بخش دے گا وہ ہی سب سے بڑا بخشش کرنے والا ہے۔ میں پدر بزرگوار کی وصیت کے مطابق اس جاگیر کا متولی بنایا گیا ہوں لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ تمھارے

حقوق ضائع ہوں۔ اگر تم میرے مطیع بن کر رہو گے تو شرعاً جتنے حقوق تمھارے ہیں وہ سب ادا کئے جائیں گے۔ عباس نے برہم ہو کر کہا۔ ہم آپ کی ان باتوں کو نہیں مانتے۔ آپ کی اطاعت خدا کی طرف سے ہم پر واجب نہیں۔ آپ کو اس وقت جو فضیلت ہم پر حاصل ہو رہی ہے وہ ہمارے پدر بزرگوار کی بے توجہی اور خود غرضی کے باعث ہے۔ حالانکہ یہ بات اُن کو زیبا نہ تھی۔

عباس کی یہ تقریر سُن کر امام رضا علیہ السلام اپنے بھائیوں کی اصلاح کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ پھر ان سے کچھ نہ کہا اور سرکار الٰہی میں عرض کی الٰہی! تو خوب واقف ہے کہ میں اپنے بھائیوں کے معاملہ میں اس وقت تک محبت اور ہمدردی کے طریقہ پر قائم ہوں اور ان کی اصلاح کا خواہاں ہوں ان کی بھلائی کا طالب اور ان کے حقوق کی ادائیگی پر آمادہ ہوں۔ اگر میرے یہ افعال تیرے نزدیک اچھے ہیں تو مجھے اس کا نیک بدلہ دے اور اگر بُرے ہیں تو مجھے وہ سزا دے جس کا میں مستحق ہوں۔ خداوند! میرے بھائیوں کی اصلاح کر اور میرے اور ان کے درمیان سے شیطان کو دور فرما۔ اور اپنی راہ اطاعت پر قائم رہنے کی ان کو توفیق دے۔ (الصافی شرح کافی)

ان واقعات کو پڑھ کر بآسانی یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے وصیت نامہ میں اپنی تمام اولاد کو کیوں خصوصیت کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا تھا اور سوائے اپنے ان فرزند کے اور بیٹوں کو املاک وجاگیر پر قابض ومتصرف کیوں نہ بنایا تھا۔ حضرت اپنی اولاد کے اطوار سے پوری طرح یہ سمجھ چکے تھے کہ ان کے مزاج صلاحیت سے دور ہیں اور یہ زمانہ کی عام رفتار پر چل کر وہ روش اختیار کرنے والے ہیں جو خاندان کی تباہی و بربادی کا باعث ہوگی۔

۵۔ فرقۂ واقفیہ کی حقیقت

امام رضا علیہ السلام کے زمانہ میں یہ ایک نیا فرقہ پیدا ہوا تھا ان لوگوں کا خیال تھا کہ امامت حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام پر ختم ہوگئی آپ ہی مہدی موعود ہیں۔ چونکہ یہ لوگ بجائے بارہ کے سات اماموں پر آکر ٹھہر گئے تھے اس لئے ان کو واقفیہ کہتے تھے کیونکہ وقف کے معنی ٹھہرنے کے ہیں۔ ان لوگوں کے مذہبی دلائل بہت کمزور اور محض قیاسی ظنی تھے۔ باوجودیکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کی خبر دور دور مشہور ہوگئی تھی لیکن

ان واقعات کو پڑھ کر بآسانی یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے وصیت نامہ میں اپنی تمام اولاد کو کیوں خصوصیت کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا تھا اور سوائے اپنے ان فرزند کے اور بیٹوں کو املاک وجاگیر پر قابض ومتصرف کیوں نہ بنایا تھا۔ حضرت اپنی اولاد کے اطوار سے پوری طرح یہ سمجھ چکے تھے کہ ان کے مزاج صلاحیت سے دور ہیں اور یہ زمانہ کی عام رفتار پر چل کر وہ روش اختیار کرنے والے ہیں جو خاندان کی تباہی و بربادی کا باعث ہوگی۔

۵۔ فرقۂ واقفیہ کی حقیقت

امام رضا علیہ السلام کے زمانہ میں یہ ایک نیا فرقہ پیدا ہوا تھا ان لوگوں کا خیال تھا کہ امامت حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام پر ختم ہوگئی آپ ہی مہدی موعود ہیں۔ چونکہ یہ لوگ بجائے بارہ کے سات اماموں پر آکر ٹھر گئے تھے اس لئے ان کو واقفیہ کہتے تھے کیونکہ وقف کے معنی ٹھرنے کے ہیں۔ ان لوگوں کے مذہبی دلائل بہت کمزور اور محض قیاسی ظنی تھے۔ باوجودیکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کی خبر دور دور مشہور ہوگئی تھی لیکن

یہ لوگ یہی کہے چلے جاتے تھے کہ حضرت کا انتقال ہی نہیں ہوا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی وفات سے ایک ہفتہ پیشتر علی بن مویّد کے خط کے جواب میں قید خانہ سے جو کچھ تحریر فرمایا تھا وہ جاہل شیعوں کی ہدایت اور ایسے ہی شبہات اور وسوسوں کے دور کرنے کی غرض سے تھا۔ اس خط میں امام رضا علیہ السلام کی امامت کی پوری تصریح موجود تھی اور علی بن مویّد کو یہ تاکید کھدی تھی کہ وہ اس خط کے مضمون کو تمام شیعوں میں شائع کر دے اس خط کے مضمون سے یہ پتہ چلتا تھا کہ حضرت کو ان لوگوں کے ارتداد کا پورا پورا علم تھا۔

اس فرقہ کے بننے کا خاص سبب یہ ہوا کہ ان لوگوں میں سے زیادہ تر مال و دولت کے بھوکے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مال پر خود قابض ہو جائیں۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ زکوٰۃ اور خمس کا روپیہ جو ائمہ طاہرین کے ذریعہ سے مستحقین پر تقسیم ہوتا تھا وہ حضرت کی اسیری کی وجہ سے تقسیم نہ ہو سکا تھا۔ یہ اموال حضرت کی طرف سے علی بن حمزہ عثمان بن عیسیٰ اور زید بن مروان کے پاس جمع ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے پہلے اور دوسرے کے پاس تیس تیس ہزار دینار جمع تھے اور

تیسرے کے پاس ستر ہزار تھے امام علیہ السلام کی وفات کے بعد ان لوگوں پر طمع غالب ہوئی اور اس سب رقم کو ہضم کرنے کا قصد کر لیا۔ ان میں سب سے پہلے جنھوں نے اس فاسد عقیدہ کا اظہار کیا وہ علی بن حمزہ تھا، عثمان بن عیسیٰ اور زیاد بن مروان تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان لوگوں سے جب اس مال کو مانگ کر محتاجوں پر تقسیم کرنا چاہا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا عثمان بن عیسیٰ نے تو کھلی لفظوں میں یہ جواب دیا کہ تمھارے باپ ابھی زندہ ہیں۔ مرے نہیں تم کو ان کی زندگی میں اس مال کے طلب کرنے کا حق نہیں اور اگر بالفرض مر بھی گئے ہیں تو انھوں نے مجھے اس کی وصیت نہیں کی کہ اس مال کو تم تک پہنچا دوں۔ ان بدبختوں نے اتنے ہی پر بس نہیں کی بلکہ اس مال سے دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنانا شروع کر دیا۔ اور نہ صرف اتنا ہی کیا بلکہ امام رضا علیہ السلام کی طرف سے لوگوں کو بدظن کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور تمام ملک میں فتنہ و فساد پھیلانے شروع کر دیئے۔ جس سے امام علیہ السلام کو سخت اذیت پہنچی۔

دبانے کے جھگڑوں میں پھنسا ہوا تھا۔ دوسرے اپنے ملک کو بیٹوں میں تقسیم کر دینے کے بعد وہ خود ایسا کمزور اور مجبور ہو گیا تھا کہ اپنے اختیار سے کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔ نام کا بادشاہ بنا بیٹھا تھا اور اپنی زندگی کے دن نہایت پریشان حالی میں گزار رہا تھا۔ ایسی حالت میں وہ امام علیہ السلام کی طرف بھلا کیا متوجہ ہوتا۔ اگر زمانہ اُسے اتنی سختی سے دبائے ہوئے نہ ہوتا تو وہ اس سلسلہ کی غارت اور بربادی کو کبھی بھولنے والا نہ تھا غرضکہ اسی مجبوری اور ناداری کی حالت میں وہ خراسان پہنچکر شروع سنہ ۱۹۳ھ میں مر گیا۔

۸۔ امین کی سلطنت

ہارون نے اپنی کل سلطنت کو دو بیٹوں امین اور مامون پر تقسیم کر دیا تھا۔ عرب۔ حجاز۔ عراق یمن۔ حضرموت۔ ممالک شام۔ افریقہ۔ اور بحیرۂ عرب سے لے کر خلیج فارس اور دریائے عمان تک تمام ممالک امین کے حصّہ میں آئے۔ اور مشرقی ممالک۔ ایران۔ سجستان۔ ہوازن۔ سمرقند۔ بخارا وغیرہ مامون کو دیئے گئے تھے۔ اور قرارداد یہ تھی کہ امین جملہ

۶۔ فرقۂ منکرین شہادت امام حسین علیہ السلام

اس گمراہ فرقہ کی ابتدا بھی امام رضا علیہ السلام ہی کے زمانہ سے ہوئی ایسے لوگ عراق و یمن میں پائے جاتے تھے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ خدا کافر کو مومن پر کبھی قابو نہیں دیتا لہٰذا امام حسین علیہ السلام پر یزید کو فتح حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا نے امام حسین علیہ السلام کو حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر اُٹھا لیا اور فوج یزید نے آپ کی جگہ حنظلہ بن سعد شامی کو جو اُس وقت بقدرت خدا آپ سے بالکل مشابہ ہو گیا تھا قتل کر دیا تھا۔ اس لئے آپ کی شہادت واقع نہیں ہوئی بلکہ آپ آسمان پر زندہ ہیں۔

۷۔ ہارون کی سلطنت اور امام موسیٰ رضا علیہ السلام

ہارون کی سلطنت کے زمانہ میں آپ کی امامت کے دس برس گزرے اس زمانہ میں عیسیٰ بن جلودی کی لوٹ مار کے بعد اُس نے آپ کے معاملات کی طرف سے بالکل سکوت اور خموشی اختیار کر لی تھی اور اس کی دو وجہیں تھیں اول تو وہ اس زمانہ میں برامکہ کے استیصال اور رافع بن لیث کے غدر و فساد کو

اس کا جواب لکھو۔ اس نے کہا بہت بہتر۔ چنانچہ مامون کی طرف سے اس مضمون کا خط گیا کہ چونکہ میرے علاقہ کے آس پاس مخالفین اسلام کا زور ہے اور وہ حملہ کا موقع ڈھونڈھتے رہتے ہیں لہذا ایسی حالت میں اگر میں وہاں آؤں تو ضرور وہ لوگ میرے ملک پر دھاوا کر دیں گے۔ اس لیے مجبوراً وہاں حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔

امین کے دل میں بدی تو سما ہی گئی تھی اس نے فوراً ساٹھ ہزار فوج علی بن عیسیٰ کی ماتحتی میں خراسان کو روانہ کر دی۔ مامون کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے بھی چار ہزار آدمی طاہر بن الحسین کی ماتحتی میں مقابلہ کو روانہ کئے۔ رے کے میدان میں رن پڑا باوجودیکہ مامون کی فوج بہت کم تھی مگر اس کا سپہ سالار اس خوبی سے لڑا کہ امین کی فوج گھبرا گئی پہلے ہی حملہ میں بغدادی فوج کا سپہ سالار حلق پر ایک تیر کھا کر ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر کیا تھا فوج میں بھاگڑ پڑ گئی۔ جب یہ وحشت خیز خبر بغداد میں پہنچی امین اس وقت مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا۔ ایک غلام نے علی بن عیسیٰ کے قتل ہو جانے اور فوج کے بھاگنے کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ امین اپنی رنگ رلیوں میں تھا۔ اس بات کا کچھ اثر نہ ہوا گھبرانے لگا۔

ممالک کا خلیفہ مانا جائے گا اور مامون کے ممالک میں بھی خطبہ اور سکہ اسی کے نام کا ہو گا۔

۱۹۶ھ یعنی ہارون کے مرنے سے تین سال بعد تک تو امین و مامون میں اتفاق رہا لیکن اس کے بعد امین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مامون کو ہٹا کر اپنے بیٹے موسیٰ بن امین کو اس علاقہ کا حکمران بنا دے۔ لوگوں نے ہر چند اسے سمجھایا مگر اس نے ایک نہ سنی اور ہر ایک سے یہی کہا کہ ایک گلہ میں دو نر کبھی نہیں رہ سکتے۔ ان میں سے ایک کا قتل کرنا ضروری ہے۔

امین نے اس کی ابتداء یوں کی کہ مامون کو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ ایک ضروری امر میں تم سے مشورہ کرنا ہے بہت جلد بغداد میں آؤ اور غرض اس کی یہ تھی کہ اسے یہاں بلا کر اپنے قبضہ میں کر لے اور پھر اُس کے ملک کا انتظام کرنے لگے۔ جب یہ خط مامون کے پاس پہنچا تو مامون نے اپنے ارکان سلطنت سے مشورہ کیا۔ اس کے وزیر فضل بن سہل نے کہا۔ امین کی طرف سے آپ کو کسی بھلائی کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ مگر ظاہر بظاہر مخالفت بھی اچھی نہیں۔ جواب ایسا دینا چاہیئے کہ اس سے کسی طرح کی مخالفت کا اظہار نہ ہو۔ مامون نے کہا اچھا تم ہی

یہ ہوا کہ عبد الرحمٰن اور اس کے ساتھی سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔
اس متواتر شکست کا حال جب امین کو معلوم ہوا تو اس پر بڑا خوف طاری ہوا پھر ایک نئی فوج تیار کر کے طاہر کے مقابلہ کو بھیجی مگر نتیجہ وہی ہوا یعنی اس کی فوج بغیر لڑے میدان جنگ سے فرار کر گئی اور سیدھی حلوان پہنچی۔ طاہر کی مدد کے لیے مامون نے تیس ہزار فوج اور بھیجدی اور کہلا بھیجا کہ امین کے جتنے علاقے تمھارے قبضہ میں آچکے ہیں۔ ان پر پوری طرح اپنا تسلط قائم کر کے آگے بڑھنا۔
باہر تو یہ گڑبڑ مچی ہوئی تھی اب خاص شہر بغداد کا حال سنو۔ یہاں کی رعایا امین کے خلاف ہو رہی تھی۔ ان سب نے اتفاق کر کے یہ طے کیا کہ امین کو تخت سے اُتار دینا چاہیئے۔ چنانچہ ایک بہت بڑا گروہ محل شاہی میں گھس گیا اور امین کو سلطنت سے معزول کر کے اپنا انتظام شروع کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر امین کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور عیش وعشرت کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا۔ امین اور اس کے ہواخواہوں نے لاکھ تدبیریں کیں مگر ایک بیش نہ گئی۔ آخر کار ایک ہفتہ بعد امین نے اپنے مخالف عزیزوں اور قرابت داروں کی خوشامدیں کیں۔ پیر دل پر

ارے نامعقول! چپ رہ - میر اعلام تو تر دو مچھلیاں پکڑ چکا ہے ا
میں نے ابھی ایک بھی نہیں پکڑی - سبحان اللہ! یہاں تو سلطن
کا شکار ہوا جاتا ہے وہاں مچھلیاں پکڑنے کا خبط سوار ہے - اس
بھی بغداد کا محمد شاہ رنگیلا ہی سمجھو -

دوسری بار امین نے عبدالرحمٰن انبازی کے ہمراہ تیس
فوج پھر روانہ کی - شہر ہمدان میں مقابلہ ہوا - اب کی مرتبہ پہ
سے بھی زیادہ ناکارہ فوج ثابت ہوئی - مامون کی فوج کو دیکھتے
ایسے نوک دم بھاگے کہ پیچھے پھر کے بھی نہ دیکھا - عبدالرحمٰن نے
جب یہ حال دیکھا تو مجبوراً مامون کے سپہ سالار طاہر سے جان
امان طلب کی - اس نے رحم کھا کر چھوڑ دیا اور خود بغداد کی ط
روانہ ہوا - عبدالرحمٰن اس کے ساتھ ساتھ تھا -

بغداد کے قریب پہنچ کر عبدالرحمٰن کو پھر جنگ کا خیال پید
ہوا - دوسرے دن علی الصباح جبکہ طاہر کے سپاہی بستر خواب
سے اٹھنے بھی نہ پائے تھے اس نے اپنی بقیہ جماعت کے ہم
طاہر اور اس کے سپاہیوں پر یکایک حملہ کر دیا - عبدالرحمٰن کی
یہ بیوفائی دیکھ کر سب حیرت میں آ گئے جلدی جلدی مقابلہ کیلئے

جب امین کو کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو وہ بھی محاصرہ والی فوج کے سردار ہرثمہ ابن اعین سے امان کا طلبگار ہوا اس نے کہا آپ میرے ساتھ چل کر ہمارے رئیس فوج طاہر سے پناہ طلب کریں تب جان بچ سکتی ہے۔ امین کو مجبوراً یہ تجویز بھی منظور کرنا پڑی آدھی رات کے بعد اپنے اہل و عیال کو لیکر ایک کشتی پر سوار ہوا اور اپنے محلات کو حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوا مامون کے کیمپ کی طرف روانہ ہوا۔ طاہر کو اس مشورہ کی خبر مل گئی تھی اس نے پہلے ہی سے لب دریا ایک فوج امین کی راہ روکنے کو کھڑی کر رکھی تھی جوں ہی امین کی کشتی کنارہ پر لگی سپاہیوں نے فوراً اسے گرفتار کر لیا اور طاہر کے سامنے لیکر حاضر ہو گئے اس نے فوراً اسے قتل کرا دیا اور اُسی روز مامون کو مبارکبادی کا خط لکھ بھیجا یہ واقعہ ۲ محرم ۱۹۹ھ کا ہے۔ امین کی عمر اس وقت اٹھائیس برس کی تھی۔

۹۔ مامون کی سلطنت

امین کے قتل ہونے کے بعد مامون تمام ممالک اسلامی کا بلا شرکت غیرے مالک بن گیا اس نے عراق و اہواز و یمن کا

سر رکھے۔ اپنی خطاؤں کا اقرار کیا۔ غلطیوں کی معافی چاہی
تب بڑی مشکل سے ان لوگوں نے پھر اسے دوبارہ خلیفہ تسلیم کیا
حکومت کا تخت تو ضرور مل گیا مگر بات میں فرق آگیا۔ حکومت
کی شان جاتی رہی۔ جس تخت و تاج کا وہ بڑی دھوم دھام سے
وراثتاً مالک ہوا تھا اب وہ رحم کھا کر صدقہ میں دیدیا تھا۔

طاہر مامون کا سپہ سالار عراق عرب میں مامون کی امارت کا
خاطر خواہ انتظام کرتا ہوا اور امین کے ملازموں کو نکالتا ہوا بغداد
کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بیرون شہر قیام کر کے بغداد کے محاصرہ
کا حکم دیدیا پھر تو منجنیقیں لگا کر شہر پہ وہ آگ برسائی گئی کہ خدا کی
پناہ۔ قیامت کا منظر سامنے آگیا یہ حال دیکھ کر امین کے حواس
جاتے رہے اس نے قلعہ کا دروازہ بند کرا کے اپنے ساتھیوں
سمیت محصور ہو بیٹھا۔ طاہر کی فوج قلعہ کے نیچے محاصرہ کئے پڑی
تھی اور روز بروز سختی سے کام لے رہی تھی۔ آخر امین کے ساتھی
طولانی محاصرہ سے گھبرا گئے اور امان کی درخواست کرنے لگے
طاہر بھی مصلحت وقت سمجھ کر ان کی درخواستیں قبول کرتا گیا
غرضکہ دو ہی چار روز میں امین کے تمام ہوا خواہ اسے تنہا چھوڑ کر
طاہر کے پاس چلے آئے اور اس کی اطاعت اختیار کر لی

ساتھیوں کو قتل کیا ۔ فضل موقع پا کر بغداد کو بھاگ گیا ۔ ابو السرایا
نے اس کا مال و اسباب خوب لوٹا اور خوشی کے نقارے بجاتا پھر
کوفہ آگیا ۔

جب حسن بن سہل کو بغداد میں زہیر بن مسیب کے شکست
کھانے کا حال معلوم ہوا تو عبدوس کی ماتحتی میں پھر ایک لشکر ابو السرایا
کے مقابلہ کو بھیجا ابو السرایا نے بڑی دلیری سے اس کا مقابلہ کیا اور
مخالف کو اتنا دبایا کہ بہت سے آدمی دریا میں گر کر غرق ہو گئے ۔
عبدوس بھی اس جنگ میں کام آیا ۔ اس کے قتل ہوتے ہی
تمام فوج بھاگ کھڑی ہوئی ۔ مگر افسوس کہ اس جنگ کی فتح
نے ابو السرایا کو زیادہ مسرور نہ ہونے دیا کیونکہ اس لڑائی سے
ایک دن پہلے محمد ابراہیم علوی بیمار پڑ چکے تھے ۔ اس لڑائی کے
ختم ہوتے ہی انھوں نے بھی قضا کی ۔ ان کے مرتے ہی کوفہ
والوں کی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ گئیں ۔ بحار الانوار میں ہے کہ
امام رضا علیہ السلام کے خادم یاسر نے ایک رات خواب میں
دیکھا کہ ایک پنجرہ میں سترہ شیشے رکھے ہوئے ہیں ناگاہ کسی صدمہ
سے وہ پنجرہ گر پڑا اور وہ شیشے چکنا چور ہو گئے ۔ یاسر نے یہ
خواب امام رضا علیہ السلام سے بیان کیا ۔ آپ نے فرمایا تیرا

امیر تو حسن بن سہل کو بنایا اور کوفہ، شام مغربی ممالک اور الجزائر کی حکومت طاہر ابن الحسین کے سپرد کی مامون کی ابتدائی سلطنت حد درجہ خطرناک حالت میں تھی۔ ہر طرف شورش برپا تھی اور سب سے زیادہ غدر بغداد میں تھا۔ ابوالسرایا جو بغدادی فوج کا افسر تھا کسی بات پر وہاں کے حاکم حسن بن سہل سے ناراض ہو کر کوفہ کی طرف چلا گیا اور یہاں اس نے اہل کوفہ سے سازش کر کے محمد ابراہیم علوی کی جو اس وقت کوفہ میں مقیم تھے بیعت کر لی اور ان کی امارت کا سامان کرنے لگا۔ آدمی ہوشیار اور تجربہ کار تھا بہت تھوڑی مدت میں اس کو اپنے مقصد میں کامیابی نظر آنے لگی۔ حسن بن سہل کو خبر لگی تو اُس نے زہیر بن مسیّب کی ماتحتی میں دس ہزار فوج کوفہ کو روانہ کی فوج نے راستہ ہی میں جادو کا اور لڑائی ہونے لگی۔ ابوالسرایا نے بغداد والوں کو بہت جلد مار بھگایا اور ان پر نمایاں فتح حاصل کر کے کوفہ واپس آیا۔ اب اس نے فضل بن عباس عباسی کو جو کوفہ کا حاکم تھا یہ پیغام دیا کہ یا تو ہماری بیعت کرو ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ فضل میں اس سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی بھاگ کر شہر کے باہر ایک قلعہ میں جا چھپا۔ ابوالسرایا نے وہاں پہنچ کر اس کے بہت سے

۱۰ - محمد بن زید کی کوفہ میں حکومت

محمد بن ابراہیم نے وصیت کی تھی کہ ان کے بعد **علی بن عبید اللہ** کو مسند حکومت پر بٹھایا جائے لیکن انھوں نے اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے اس کو قبول نہ کیا ناچار زمام حکومت **محمد بن زید** حضرت زید شہید کے پوتے کے ہاتھ میں دی گئی جو ابھی کم سن تھے۔ ابو السرایا نے ملکی انتظام شروع کئے۔ مکہ - مدینہ - بصرہ اور یمن وغیرہ ملکوں میں اپنے حاکم اور قاضی مقرر کئے۔ منجملہ ان کے **اسمٰعیل بن علی بن** اسمٰعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کو کوفہ کی حکومت ملی ابراہیم بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو یمن کا حاکم بنایا گیا۔ ان کے دوسرے بھائی **زید بن موسیٰ** جو زید النار کہے جاتے تھے۔ اہواز کے حاکم ہوئے **حسن افطس** کو مکہ کی حکومت ملی یہ سب اپنے مقام پر جا کر قابض ہو گئے اور جا بجا سے محمد بن زید کے پاس فتح نامے بھیجنے لگے اہل شام اور اہل جزائر نے عرضیاں بھیجیں کہ ہم لوگ بھی اطاعت کرنے کے لیے تیار ہیں۔

حسن بن سہل بغداد کا حاکم عراق و یمن وغیرہ کی یہ حالت دیکھ کر بہت گھبرایا اور ہرثمہ بن اعین کو پھر ایک فوج دیکر ابو السرایا کے

خواب درست ہے ہمارے خاندان میں سے ایک شخص خروج کرے گا اور وہ سترہ روز حکومت کر کے مر جاوے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا محمد بن ابراہیم نے ابوالسرایا کے ساتھ کوفہ میں خروج کیا اور سترہ روز گزرنے کے بعد مر گئے۔

تاریخوں میں محمد ابراہیم کے خروج کی یہ وجہ لکھی ہے کہ ایک دن وہ کوفہ کے بازار سے گزر رہے تھے دیکھا کہ کچھ حمال خرموں کے گٹھے سروں پر رکھے لئے جا رہے ہیں ایک بڑھیا ان کے پیچھے پیچھے دوڑی چلی جاتی ہے جہاں کہیں خرمہ کا کوئی ریزہ گرتا ہے اٹھا لیتی ہے اور اپنی میلی کچیلی چادر میں رکھ لیتی ہے۔ محمد نے آثار شرافت اس کے چہرے سے دیکھ کر پوچھا تو یہ کام کیوں کرتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک بیکس بیوہ ہوں کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی۔ میری چند کم سن لڑکیاں ہیں۔ میرا کام یہی ہے کہ جو دانہ اس طرح ہاتھ آتا ہے اس کو لیجا کر انھیں کھلاتی ہوں اور آپ کھاتی ہوں یہ سُنکر محمد بے ساختہ رو دئے اور کہا خدا کی قسم تمھیں ایسے لوگوں کی خاطر میں کل خروج کروں گا اور مارا جاؤں گا۔ چنانچہ اس کی صبح کو یعنی دسویں جمادی الاول ۱۹۹ھ میں کوفہ کے اندر ان کی بیعت ہوئی اور اسی دن انھوں نے خروج کیا۔

مقابلہ کے لیے عراق کی طرف روانہ کیا۔ نہر صرصر پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا ابو السرایا کو شکست ہوئی وہ بھاگ کر کوفہ میں آیا اور محمد بن زید کو ہمراہ لیتا ہوا علاقہ سوس کی طرف چلا گیا۔ وہاں حسن بن سہل کے ایک افسر نے ان دونوں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور ان کے سر مامون کے پاس بھیجدیئے۔ لاشیں بغداد میں حسن کے پاس روانہ کیں اس نے عبرت خلائق کے لیے بغداد کے پل کے دونوں طرف لٹکوا دیں۔

۱۱۔ حسین افطس کی سرگذشت

پہلے بیان ہو چکا کہ حسین افطس کو مکہ کا امیر بنا کر بھیجا گیا تھا جب ہرثمہ نے ابو السرایا کے معاملہ کو ختم کر دیا تو اس نے ابو اسحاق معتصم کو جو مامون کے بعد خلیفہ ہوا حجاز کی اصلاح کے لیے بھیجا اسحاق پہلے مکہ میں آیا اور بہت جلد یہاں کے معاملات درست کر لئے جلد کامیابی کی وجہ یہ ہوئی کہ مکہ کی رعایا حسین افطس کی ظالمانہ رفتار سے سخت عاجز آگئی تھی۔ غیروں کا کیا ذکر اس نے اپنا دست ظلم خاص عزیزوں پر بھی دراز کر رکھا تھا جب لوگ زیادہ پریشان ہوئے تو انھوں نے اس کے بیٹے علی کو اس کا قائم مقام

بنادیا اور محمد بن جعفر بن محمد کو ان کا مددگار قرار دیا۔ یہ محمد سادات سے نہیں تھے۔ جب ابراہیم کو یمن میں مکہ کی بدانتظامی کی خبر لگی تو اس نے مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہاں پہنچے تو محمد اور علی نے ان سے مقابلہ کیا۔ ابھی یہ خانہ جنگی ہو ہی رہی تھی کہ اسحاق بن داؤد جو پہلے سے یمن کا حاکم تھا موقع پاکر چلا اور مستعصم کے ساتھ ہوکر جو بغداد کی فوج لئے آرہا تھا یکایک ان کے سروں پر آدھمکا مکہ کی فوج نے جس طرح ہوسکا عباسیوں کا مقابلہ کیا مگر محمد بن جعفر آنکھ پر تیر کھاکر بھاگ نکلا۔ اس کے فرار کرتے ہی ابراہیم کے تمام ہمراہی بھی چلتے ہوگئے۔ محمد بن جعفر کا بیٹا لڑائی میں مارا گیا اور محمد خود جدہ میں گرفتار ہوگیا اور پھر مکہ میں ابو اسحاق کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر گٹھری کی طرح مسجد الحرام کے دروازہ پر ڈال دیا جائے اور جب تک یہ مامون اور اس کے بعد مستعصم کی خلافت کو تسلیم نہ کرلے اسی حالت میں پڑا رہنے دیا جائے۔

جب مکہ کی شورش فرو ہوگئی تو اسحاق بن داؤد عباسی مکہ کا حاکم بنایا گیا۔ اب مستعصم نے یمن پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور بہت جلد ایک فوج یمن کی طرف روانہ کی گئی۔ ابراہیم مکہ میں شکست

انشاء اللہ دوبارہ وہاں جاؤں گا تو ان کے گھر جلاؤں گا۔ مامون یہ سن کر ہنسنے لگا۔ اس کے بعد اس نے زید کو امام رضا علیہ السلام کے پاس بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ ان کے بارہ میں آپ مختار ہیں جو چاہیں حکم فرمائیں۔ زید کے یہ مظالم امام علیہ السلام کو ناگوار گزرے تھے۔ جب زید حضرت کے سامنے آلئے تو آپ نے ان کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ زید نے کہا شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں میں ہوں زید بن موسیٰ آپ کا بھائی۔ فرمایا یہ رشتہ اُسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب تک تم معصیت میں مبتلا نہ ہو۔ اے زید! تم کو کوفہ کے عوام الناس کا یہ کہنا دھوکہ نہ دے کہ اولاد فاطمہ علیہا السلام آتش جہنم سے آزاد ہیں وہاں ذرّیت سے مراد صرف جناب امام حسن اور امام حسین علیہم السلام ہیں۔ آیندہ نسلوں میں جو کوئی جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔ کیا تمھارے نزدیک جائز ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام رات سخت سے سخت عبادتیں کریں اور تم خدا کی نافرمانی کرو۔ پھر بھی بہشت میں تم ان کے ساتھ رہو اگر ایسا ہے تو تم خدا کے نزدیک ان سے زیادہ معزز و مکرم قرار پاؤ گے۔ تمھارا یہ خیال غلط ہے۔ اے زید یاد کرو حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کے اس قول کو کہ جس طرح ہمارے

کھا کر یمن کو چلے آئے تھے معتصم کی فوج جب وہاں پہنچی تو ابراہیم نے مقابلہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی اس معرکہ میں بہت سے لوگ اولاد عقیل بن ابو طالب سے کام آئے۔ ابراہیم وہاں سے بھاگ کر روپوش ہو گئے اور مدت تک خانہ بدوشی کی حالت میں بسر کرتے رہے۔ آخر کار امام رضا علیہ السلام نے ان کے لیے مامون سے امان طلب کی۔ تب کہیں جان بچی۔

۱۲- زید کے واقعات

ابوالسرایا نے ان کو بصرہ کی حکومت پر بھیجا تھا۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر عباسیوں کے مکانات و باغات جہاں تک پائے سب جلا دیئے اسی وجہ سے یہ لوگ انھیں زید النار کہنے لگے۔ ابوالسرایا کے قتل ہونے پر یہ لوگ روپوش ہو گئے۔ حسن بن سہل کے جاسوسوں نے پتہ چلا کر انھیں گرفتار کر کے مامون کے پاس بھیجدیا۔ مامون نے ان سے کہا آپ نے اپنے بنی اعمام (چچازاد بھائی بنی عباس) کے گھر تو جلا دیئے اور بنی امیہ۔ بنی ثقیف۔ باہلہ اور آل زیاد کے گھروں سے کوئی تعرض نہ کیا حالانکہ یہ سب قبیلے آپ کے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں

ان کی جرأت وقوت کو بھی بہت بڑا دخل ہے۔ اس وقت شدید ضرورت اس امر کی ہے کہ سلطنت کی ولی عہدی کے لیے اہلبیت طاہرینؑ کے مقدس سلسلہ میں سے ایک ایسے قابل بزرگ کو نامزد کیا جائے جس کے فضائل میں کسی کو کلام نہ ہو اور اُس کی ذات ایسی بے مثل ثابت ہوتی ہو کہ کسی اور پر اس کو ترجیح نہ دی جاسکتی ہو۔ ایسے برگزیدہ صفات بزرگ کے تعلق سے رعایا اور سادات دونوں کے جوش ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔

مامون نے فضل بن سہل کی اس رائے کو بڑے غور سے سُنا اور کئی مہینے اس مسئلہ پر غور کرتا رہا۔ مامون کو بنی عباس کی مخالفت کا سب سے زیادہ خوف تھا، کیونکہ ان کی فرقہ بندی، نااتفاقی اور پوشیدہ کارروائیاں سب اس کے ذہن میں تھیں۔ امین کے زمانہ سے اب تک جو جو رنگ انھوں نے بدلے تھے سب اس کی آنکھوں کے سامنے گزر چکے۔ اس لیے ضروری امر یہ تھا کہ سب سے پہلے ان ہی کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ اس نے بنی عباس کے موجودہ لوگوں میں جن کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی ایک ایک شخص کی نسبت غور کرنا شروع کیا لیکن اس تمام جماعت میں کوئی ایک شخص بھی اس کو اپنی ولیعہدی کے لیے

نیک لوگوں کے لیے دوہرا ثواب ہے اسی طرح ہمارے نافرمانوں کے لیے دوگنا عذاب ہے۔ اس ارشاد کے بعد زید کو آزاد کر دیا اور وہ متوکل عباسی کی سلطنت کے آخر زمانہ تک زندہ رہے۔ پھر انھوں نے سامرہ میں رحلت کی۔

۱۳۔ مامون اور امام رضا علیہ السلام کی طلبی

مامون کے عہد سلطنت میں بغداد اور اس کے گردونواح میں سخت بدنظمی پھیلی ہوئی تھی غیروں کا کیا ذکر خود اس کی قوم اسکی مخالف بن رہی تھی عراق۔ حجاز۔ یمن۔ اہوز اور دیلم وغیرہ کے تمام علاقوں میں جا بجا فتنہ و فساد ہو رہے تھے اس کا خاص سبب حسن بن سہیل کی عمارت تھی جس سے تمام بنی عباس اور بغداد کے رؤسا و امرا سخت ناراض تھے۔ مامون ان امور سے ناواقف نہ تھا۔ اتنی سب تدبیریں کر رہا تھا لیکن سب بے سود ثابت ہو رہی تھیں ایک دن اس نے اپنے ارکان سلطنت سے مشورہ کیا تو فضل نے جو اُس وقت مامون کی ناک کا بال تھا ان شورشوں کے جہاں اور سب اسباب بیان کئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ان امور ... مخالف

مخالف بنا رہا تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے خود مامون کو اس غلط کاریوں سے آگاہ فرما کر ملک کی تمام شورشوں کو اسی کی غفلت کا نتیجہ بتلایا تھا۔ جن لوگوں نے فضل کے شیعہ ہونے کے متعلق لکھا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ اسی طرح برمکیوں کے سلسلہ میں یحییٰ، جعفر، اور فضل بن یحییٰ کو بھی شیعیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سوائے زر طلبی کے ان کا کوئی مذہب ہی نہ تھا۔ ان کی شریعت وقتی ضرورت تھی جس کو انگریزی میں پالیسی کہتے ہیں۔

الغرض جب مامون اور فضل دونوں کی رائے حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی پر قائم ہو گئی تو اس مسئلہ کو ارکان دربار کے سامنے رکھا گیا جب وہ سب بھی متفق نظر آئے تو حضرت کی طلبی میں خط پر خط لکھے گئے لیکن آپ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اس کا انجام اچھا نہیں جب حضرت کی طرف سے کوئی قابل اطمینان جواب نہ آیا تو مامون نے اپنے ایک عزیز رجا ابن ضحاک کو چند ارکان سلطنت کے ساتھ حضرت کی خدمت میں روانہ کیا۔ چونکہ مامون کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت اس عہدہ کو اپنی شایان شان نہیں سمجھتے اور بجائے خوش ہونے اور اظہار فخر کرنے کے آپ اس سے سخت متنفر ہیں۔ لہٰذا اس نے خود تاکید

موزوں نظر نہ آیا۔ لیکن اس نے بڑی دانائی سے کام لیا کہ اس امر کو محض اپنی ذاتی رائے سے طے نہ کیا۔ بلکہ جہاں جہاں بنی عباس آباد تھے وہاں کے حاکموں اور قاضیوں کو خطوط لکھ کر ان میں سے ہر ایک کے مفصل حالات معلوم کئے۔ جب ہر طرف سے جواب آ گئے تو مامون نے ان کو پڑھ کر پھر غور کرنا شروع کیا اور بنی عباس کے تمام ممتاز افراد کے اوصاف و اطوار پر گہری نظر ڈالنا شروع کی۔ لیکن اس مرتبہ بھی نتیجہ وہی نکلا یعنی ایک شخص اُس کو اپنی ولیعہدی کے لیے مناسب نہ دکھلائی دیا۔

جب اس طرف سے فراغت ہوئی تو اب اس نے سادات کے سلسلہ پر نظر دوڑانی شروع کی۔ سوائے امام موسیٰ رضا علیہ السلام کے ان میں کوئی دوسرا شخص نظر نہ آیا۔ چنانچہ اس نے فضل سے اپنے انتخاب کو بیان کیا اس نے کہا بس یہی مقدس ہستی میرے ذہن میں بھی ہے۔ انہی کو بغداد بلا کر ولیعہدی کا اعلان کر دیا جائے۔ امام رضا علیہ السلام کی جلالت شان اور تقدس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ فضل جیسے شخص نے ان کو ولیعہدی کے لیے تجویز کیا۔ یہ شخص چونکہ برمکیوں کا ساختہ اور پرداختہ تھا اس لیے ہمیشہ امام رضا علیہ السلام کا دشمن اور آپ کی ترقی کا

۱۴ - امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی

اس سفر میں تین سو آدمیوں کی جماعت حضرت کے ہمراہ تھی ہمارے نویں امام حضرت محمد تقی علیہ السلام کا سن اس وقت چھ برس کا تھا۔ مدینہ منورہ میں آپ کو سب سے زیادہ دل بستگی روضۂ رسول سے تھی اسی کا چھوڑنا آپ پر نہایت شاق تھا۔ چنانچہ جب وہ وقت آیا کہ حضرتؑ روضۂ اقدس سے جُدا ہوں تو آپ بڑی بیتابی سے اندر گئے اور قبر مطہر سے رخصت ہوئے اور رو رو کر اُمت کے ظلم کی حضرت سے شکایت کرنے لگے۔ فرماتے تھے اے جد نامدار میں جبراً آپ کے مرقد سے جدا کیا جا رہا ہوں۔ جانتا ہوں کہ اس کے بعد مجھے یہاں آنا نصیب نہ ہوگا اور پردیس ہی میں میری جان جائیگی راوی کہتا ہے حضرت کا یہ قلق اور اضطراب دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا میں بے اختیار رونے لگا۔ حضرت نے مجھے صبر کی تعلیم دی اس کے بعد آپ حرم سرا میں تشریف لے گئے اور اپنے تمام عزیزوں کو جمع کرکے فرمایا۔ اس وقت مجھے ایسا سفر درپیش ہے کہ جس سے لَوٹنے کی قطعاً امید نہیں یہ سنتے ہی بیت الشرف میں کہرام مچ گیا۔ آپ نے سب کو تسلی اور تشفی دی اور فرمایا بارہ ہزار دینار میرے تمام عزیزوں پر

ان لوگوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی آپ اپنے مقام سے کہیں اور چلے جائیں گے اور اگر ان کے کہنے سننے سے ساتھ چلیں گے بھی تو راستہ سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اسی لیے اس نے رجاء بن ضحاک کو سخت تاکید کر دی تھی کہ وہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہے اور جب تک مرو میں نہ پہنچ جائیں ایک دم کے لیے بھی آپ سے جدا نہ ہو۔

رجاء بن ضحاک مع اپنے ساتھیوں کے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی فرمان اور تحفے تحائف آپ کے سامنے پیش کئے قبل اس کے کہ آپ ان خطوط کو پڑھیں یا اُن تحفوں کو دیکھیں بھالیں آپ نے اپنے مہمانوں کی وہ خاطر و مدارات کی جو آپ کے خاندان کا حصّہ تھا۔ جب اس سے فراغت ہو چکی تو آپ نے مامون کا خط کھول کر پڑھا اور فرمایا۔ انسان تقدیر الٰہی سے مجبور ہے۔ اس وقت تک میں نے اس امر خاص سے اپنے کو بچایا اور اس کی طرف سے کسی طرح رغبت کا اظہار نہ کیا مگر میرا یہ انکار سلطان وقت کو پسند نہ آیا لہٰذا مجبوراً خدا پر توکل کر کے تمہارے ساتھ جانے پر تیار ہوں۔ غرض اسی وقت سے آپ سفر کے انتظام میں مصروف ہو گئے اور تمام ضروریات مہیا کر کے ۲۰۰ھ میں آپ ہمیشہ کے لیے مدینہ سے جدا ہونے لگے۔

میں یہاں سے کیسے اُٹھوں جبکہ آپ یہاں سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہے ہیں۔ فرمایا اے فرزند حکم خدا پر راضی رہو۔ کیا بس ہے ظالموں کو نہیں منظور ہے کہ ہم یہاں آزادی کے ساتھ آتے جاتے رہیں۔ یہ سن کر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور بیت اللہ سے رخصت ہو کر اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔

۱۶۔ سفر کے حالات

حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام مدینہ سے رجب سنہ ۲۰۰ھ میں مرو کی طرف روانہ ہوئے تھے اور آپ نے کوفہ اور قم کی سیدھی راہ چھوڑ کر بصرہ اور اہواز کا غیر مشہور راستہ اختیار کیا تھا لیکن اپنی رائے سے نہیں بلکہ مامون کے امرا کی تجویز سے۔ ان کی غرض اس راہ سے لیجانے میں یہ تھی کہ اگر آپ کوفہ اور قم کے راستہ سے تشریف لیجائیں گے۔ تو ان مقامات کے شیعہ آپ کو روک لینے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں مامون کے خلاف ہر طرف شورش پھیلی ہوئی تھی۔ اب اس سفر میں جہاں جہاں حضرت پہنچے وہاں کے حالات سنو۔

شہر نیشاپور میں امام علیہ السلام کی آمد | تمام مورخین نے

تقسیم کر دیے جائیں۔ جب وہ دیدیے گئے تو آپ تشریف لے گئے۔

۱۵۔ خانہ کعبہ سے رخصت

امام رضا علیہ السلام مدینہ سے رخصت ہو کر پہلے مکہ معظمہ تشری
لے گئے اس سفر میں امام محمد تقی علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ
امیہ بن علی بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں میں بھی امام کے ہمرکا
تھا۔ جب حضرت خانہ کعبہ میں پہنچے تو آپ نے اس طرح وداع فرمایا ج
کسی عزیز کو ایسی حالت میں وداع کیا جاتا ہے کہ پھر اس سے ملنے
کی امید نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپ نے مقام ابراہیم کے پاس جاکر
نماز پڑھی۔ اُس وقت آپ کا غلام موفق حضرت امام محمد تقی علیہ السلا
اپنی پشت پر سوار کئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا طواف کے بعد آپ
ایک حجرہ میں جا بیٹھے اور رو رو کر دعائیں پڑھنی شروع کیں یہ حال
دیکھ کر موفق نے عرض کی اب آپ یہاں سے تشریف لے چلیں۔ اما
محمد تقی علیہ السلام نے بہت ہی افسردہ ہو کر فرمایا میں نہ جاؤں گ
موفق نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آکر اس واقعہ کو بیا
کیا۔ حضرت وہاں سے اُٹھے اور اپنے فرزند کے پاس آکر بڑی
شفقت سے فرمانے لگے۔ بیٹا! اب یہاں سے اٹھو۔ عرض کی

کے گرد گھومتا تھا۔ کوئی مرکب کے قدم چومتا تھا کوئی عماری پر بوسہ دینے کے لیے اپنی گردنیں بلند کر رہا تھا۔ غرضکہ ایک عجیب طرح کا ولولہ تھا کسی طرح جمال مبارک کے دیکھنے سے سیری نہ ہوتی تھی یہاں تک کہ دوپہر دن چڑھ گیا۔ اس وقت علماء و فضلا کی جماعت نے باآواز بلند پکار کر کہا۔ لوگو! ذرا خاموش رہو اور فرزند رسولؐ کے آزار کا باعث نہ بنو۔ جب اس شور و غل میں کچھ کمی ہوئی تو آپ نے ایک حدیث بیان فرمانا شروع کی۔ لکھا ہے کہ دواتوں کے علاوہ اس وقت چوبیس ہزار قلمدان وہاں الفاظ حدیث کو لکھنے کے لیے حاضر کئے گئے تھے۔

غرضکہ حضرتؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی اسناد کے ساتھ یہ حدیث نقل کی کہ جبرئیلؑ امین نے حضرت رسولؐ خدا سے بیان کیا کہ خدا فرماتا ہے "میں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اے بندو میری عبادت کرو اور یہ یقین کر لو کہ جو شخص میری وحدانیت کی گواہی دے گا پورے اخلاص کے ساتھ وہ میری حفاظت کے مضبوط قلعہ میں داخل ہوگا۔ اور میرے عذاب سے امان پاوے گا۔" لوگوں نے عرض کی کہ اخلاص گواہی میں کیونکر حاصل ہوگا فرمایا اطاعت خدا و رسولؐ و محبت

بالاتفاق اس بات کو لکھا ہے کہ جب حضرت کی سواری شہر نیشاپور
کے قریب پہنچی تو شہر کے تمام علماء و فضلا نے ایک منزل سے
آپ کا استقبال کیا اور جب حضرت شہر کے اندر داخل ہوئے تو
بیشمار لوگ آپ کی زیارت کے لیے اُمنڈ آئے۔ خلائق کے ہجوم
سے کہیں کھڑے ہونے کی جگہ باقی نہ رہی۔ اُس وقت امام المحدثین
حافظ ابوذرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی آگے آگے اور علماء
کی بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے تھی۔ یہ سب حضرتؑ کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اس وقت عماری میں بیٹھے ہوئے
تھے اور اُس پر ریشمی پردے پڑے تھے جس کی وجہ سے لوگ آپ کو
دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ابوزرعہ اور محمد بن اسلم نے آپ کی سواری
کے پاس آکر بڑی عاجزی سے عرض کیا۔ حضور اپنے جمال مبارک
کی زیارت سے لوگوں کو مشرف فرمائیں اور اپنے آبائے کرام
کی احادیث ہم سے بیان فرمائیں کہ ان کے سننے کے لیے ہمارے
کان بیحد مشتاق ہیں۔ یہ سن کر حضرتؑ نے سواری روکنے اور
عماری کا پردہ اٹھانے کا حکم دیا۔ حاضرین نے جوہیں اپنے پیارے
نبی کے فرزند کے نورانی چہرہ پر نظر ڈالی دل سینوں میں بیتاب
ہوگئے۔ بے اختیار ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگے۔ کوئی سواری

ایک مکان بنوایا تو اس درخت بادام کی جڑیں تک بھی وہاں
سے نکلوا دیں۔ لیکن سال ہی بھر کے اندر وہ دونوں کے دونوں
تباہ و برباد ہو کے مر گئے۔

اسی محلہ غزدنی میں ایک حمام اور حمام کے قریب ایک پانی
کا چشمہ تھا جو ایک عرصہ سے خشک ہو گیا تھا امام رضا علیہ السلام
کی برکت سے وہ از سر نو موجزن ہو گیا اور پہلے سے کہیں زیادہ
پانی اس میں آ گیا حضرتؑ نے اس کے قریب ہی ایک حوض بنوا
دیا جس میں کئی زینے نیچے اتر کے پہنچتے تھے۔ آپ خود اس میں
اُترے اور غسل فرمایا اور پھر اوپر تشریف لا کر حوض کے کنارے
پر نماز پڑھی۔ اُسی روز سے معمول ہو گیا کہ جو وہاں جاتا ہے اس
حوض میں نہاتا اور مسجد میں نماز پڑھتا ہے وہ حمام گرمابہ امام رضا
علیہ السلام اور وہ چشمہ چشمہ رضا اور وہ حوض حوض کالاں کے
نام سے اب تک مشہور ہے حوض کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک شخص
غسل کے لیے حوض میں اُترا اپنی کمر سے تھیلی کھول کر طاق میں
رکھدی اور غسل کرنے لگا جب نہا چکا تو تھیلی اٹھانا بھول گیا۔
باہر نکل کر نماز پڑھی اور پھر اپنے قافلہ کے لیے مکہ معظمہ کی طرف حج
کرنے کو چلا گیا۔ واپس ہوا تو پھر چشمہ میں غسل کرنے چلا مگر دروازہ بند

آئمہ سے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا شہادت وحدانیت عذاب الٰہی سے نجات کا باعث تو ضرور ہے مگر شرائط کے ساتھ اور میں ان شرطوں میں سے ایک شرط ہوں۔

اس کے بعد شہر نیشاپور کے محلہ غزونی میں پسندہ نامی ایک شخص کے گھر میں امام علیہ السلام نے قیام فرمایا۔ اسی زمانہ قیام میں حضرتؑ نے اس مکان میں ایک بادام کا بیج بویا۔ جو بہت جلد درخت کی صورت میں ہوگیا اور اس میں پھل بھی آگئے۔ اس کے بعد ہر سال اس میں پھل لگتے تھے جن کی تاثیر یہ تھی کہ ان کو کھا کر بیماروں کو شفا ہو جاتی تھی۔ حاملہ عورتوں کو دردِ زہ کی تکلیف میں کمی ہو جاتی تھی۔ درد چشم والے آنکھوں میں گھس کر لگاتے تھے تو درد دور ہو جاتا تھا۔ مریض چوپاؤں کے بدن پر لگاتے تو وہ بھی صحت یاب ہو جاتے۔ غرضکہ اسی طرح بہت سی نفع بخش باتیں اس درخت سے ظاہر ہوئیں۔ پسندہ کے بعد اس کے بیٹے ابو عمر نے اس درخت کو کاٹ ڈالا جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کا تمام مال و متاع جو ستّر ہزار دینار کے قریب تھا تباہ و برباد ہو گیا۔ ابو عمر کے بعد اس کے دو بیٹے ہوئے ابو القاسم اور ابو الصادق ان دونوں نے وہاں بیس ہزار کی لاگت سے

اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ وہ چشمہ اب تک موجود ہے اور چشمۂ امام رضا علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔

شہر خراسان میں اس مرتبہ حضرتؑ نے زیادہ قیام نہیں فرمایا یہاں کے زمانۂ قیام کا ایک واقعہ تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان کو جا رہا تھا راستہ میں چوروں نے اُسے لوٹ لیا اور ہاتھ باندھ کر برف میں کھڑا کر دیا منھ میں اس کے بڑی دیر تک برف ٹھونستے رہے۔ ایک شخص کسی طرح ان سے رہا ہو کر بھاگا تو اس کی زبان برف کی وجہ سے ایسی اکڑی تھی کہ بولا نہیں جاتا تھا۔ خراسان پہنچا تو امام رضا علیہ السلام کی آمد آمد کا چرچا سُنا ایک روز اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرتؑ تشریف لائے ہیں اور اس کے مرض کا حال سن کر فرما رہے ہیں۔ زیرہ۔ نمک اور سعتر تینوں چیزیں ہموزن لو اور کوٹ کر منھ میں رکھ لو۔ خواب سے بیدار ہوا تو اُسے کچھ اس کا خیال نہ رہا لیکن جب حضرتؑ تشریف لائے تو وہ حاضر خدمت ہوا اور اپنا حال بیان کیا حضرتؑ نے فرمایا کہ ہم نے تو خود دوا بتلا دی تھی اس کو استعمال کیوں نہ کیا۔ اُس نے کہا میں آپ کی زبان مبارک سے سننے کا مشتاق ہوں فرمایا۔ نمک سعتر اور زیرہ تینوں ہم وزن لو اور کوٹ کر منھ میں رکھ لو۔ اس کا

پایا دریافت سے معلوم ہوا کہ حوض کے طاق میں ایک سانپ بیٹھا رہتا ہے جس کے خوف سے لوگ اندر نہیں جاتے۔ اس نے کہا مجھے کوئی خوف نہیں۔ پھر وہ دروازہ کھول کر اندر گیا تو سانپ کو نہ پایا مگر اس کی تھیلی البتہ طاق میں ویسی کی ویسی ہی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے پہچان کر اُٹھالی۔ یہ دیکھ کر حاضرین ایک دوسرے کا مُنھ تکنے لگے اور جی ہی جی میں کہنے لگے کہ ہم لوگ تو حقیقت میں بڑے کاہل نکلے کہ آج تک سانپ کے خیال سے اندر نہ گئے۔ اگر جاتے تو یہ تھیلی ہاتھ آجاتی۔ اسی وقت سے یہ حوض حوض کاہلاں کے نام سے موسوم ہے۔

شہر خراسان میں نزول امام

ابوالصلت ہروی سے منقول ہے کہ اثنائے سفر خراسان میں جب امام رضا علیہ السلام کی سواری قریۂ حمراء کی طرف پہنچی تو دن ڈھل چکا تھا ظہر کی نماز کے لیے سواری سے اُترے اور وضو کے لیے پانی مانگا۔ عرض کیا گیا پانی موجود نہیں ہے۔ ایک پتھر وہاں پڑا تھا اُسے اُٹھایا اس کے نیچے سے تھوڑی مٹی اپنے دست مبارک سے ہٹائی فوراً ایک پانی کا چشمہ نمودار ہوا۔ حضرت نے اور آپ کے تمام ہمراہیوں نے وضو کر کے نماز پڑھی

رکعت نماز پڑھی اور دیر تک اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔

دارالخلافت مرو میں نزول اور ولیعہدی کی درخواست

جب حضرت کا قافلہ مرو کے قریب پہنچا تو مامون نے اپنے ارکان سلطنت کے پوری تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ شہر میں لے کر آیا۔ قصر شاہی کو خاص طور سے آراستہ کر کے آپ کو اس میں قیام کے لیے جگہ دی۔ جب دو تین روز گزر گئے اور سفر کا کسل دور ہو گیا تو مامون نے حضرت کو خلوت میں بلا کر کہا۔ اے فرزند رسولؐ! آپ کے علم و فضل اور زہد و ورع کا ہم پر کیا تمام دنیا پر سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ چونکہ آپ ہر طرح عہدۂ ولی عہدی کے لیے شایاں ہیں لہذا میں دلی خواہش رکھتا ہوں کہ آپ کو اپنا ولی عہد بنا دوں حضرتؑ نے فرمایا اے امیر! مجھے اس سے معاف فرمائیے میں اپنے بندۂ خدا ہونے کی شان کو اپنے لیے اس سے زیادہ باعث فخر سمجھتا ہوں اور دنیوی تعلقات کے قطع کرنے ہی کو اپنے لیے بہترین مرتبہ تصور کرتا ہوں۔ لیکن مامون نے نہ مانا اور برابر اصرار کرتا رہا۔ حضرتؑ نے اپنے دونوں ہاتھ درگاہ الٰہی میں بلند کر کے عرض کی۔ خداوندا! میرے نزدیک کوئی عہدہ

استعمال کرنا تھا کہ اُس کا مُنھ درست ہو گیا۔

شہر طوس میں ورود طوس میں جب حضرت کا ورود ہوا تو معلوم ہوا کہ یہاں ایک پہاڑ ہے جس کے پتھروں کو تراش کر مختلف قسم کے ظروف بنائے جاتے ہیں حضرتؑ نے اس پہاڑ کے قریب کھڑے ہو کر دعائے خیر کی پھر حکم دیا کہ اسی پتھر کے ظروف میں آج ہمارے لیے کھانا تیار کرایا جائے۔ آپ کی دعا کی برکت سے اس پہاڑ کے پتھر پہلے سے کہیں زیادہ نرم ہو گئے اور پھر ان سے بہت زیادہ برتن بنائے جانے لگے۔ وہاں کے لوگ فخر یہ کہا کرتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے اس پتھر کو ایسا نرم بنا دیا ہے جیسا کہ داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کیا تھا یہاں سے روانہ ہو کر حضرتؑ سناباد میں پہنچے۔

سناباد میں تشریف آوری یہاں پہنچکر آپ قبۂ ہارون میں تشریف لائے اور اس کی قبر سے قبلہ کی طرف خط کھینچکر فرمایا کہ میں یہاں دفن کیا جاؤں گا اور عنقریب یہ مقام میرے شیعوں کی آمد و رفت کا مقام ہو گا ان میں سے جو کوئی میری زیارت کو آئے گا وہ مجھ پر سلام بھیجے گا۔ خدا کی رحمت اور ہماری شفاعت کا مستحق ہو گا۔ پھر آپ نے وہاں چند

اس عہدہ سے بہتر نہیں جسے تو عطا کرے۔ اور کوئی ولایت تیری ولایت سے بہتر نہیں۔ پروردگارا! تو مجھے اپنے دین پر قائم رہنے اور اپنے نبی کے احکام کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ تو سب مالکوں سے بہتر مالک اور سب مددگاروں سے بہتر مددگار ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام کئی روز متواتر انکار کرتے رہے۔ ایک دن فضل بن سہل نے مامون سے کہا کہ سخت تعجب کی بات ہے کہ آپ امام رضا علیہ السلام کے آگے اپنی خلافت کو پیش کرتے ہیں اور وہ اس کو اپنے لئے بار جانتے ہیں اور قبول نہیں کرتے۔ خدا کی قسم میں نے آج تک سلطنت اور بادشاہی کو ایسا ذلیل وخوار ہوتے نہیں دیکھا جیسا کہ ان دنوں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مامون یہ سُن کر خاموش ہو رہا۔

لکھا ہے کہ جب بار بار مامون نے حضرتؑ پر ولی عہدی قبول کرنے کے لیے زور دیا اور انکار کی وجہ پوچھتا رہا تو آپ نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ مجھے اپنے آبائے طاہرین سے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمھاری ولی عہدی مجھ تک نہ پہنچے گی اور میں تم سے پہلے ہی زہر دے کر قتل کر دیا جاؤں گا۔ ملائکہ زمین وآسمان میری غربت پر نوحہ کریں گے اور اسی عالم غربت میں تمھارے باپ ہارون کی

قبر کے پاس دفن کیا جاؤں گا۔ یہ سن کر مامون نے کہا بھلا کیس کی طاقت ہے کہ میری زندگی میں ایسی جرأت کر سکے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ خلاف مصلحت ہے ورنہ میں اسی وقت قاتل کا نام بھی بتا دیتا۔

جب مامون نے دیکھا کہ آپ کسی طرح قبول نہیں کرتے تو اس نے غصہ میں بھر کر کہا آپ کا مقصد شاید اس پے در پے انکار سے یہ ہے کہ آپ کے زہد اور توکل کی دنیا میں شہرت ہو اور میری عاجزی اور کمزوری ہر کس و ناکس پر ثابت ہو جائے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے امیر! میں نے اپنی تمام عمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا حصول دنیا کے لیے محض ظاہری طور پر دنیا سے نفرت کرنا میرا شیوہ نہیں لیکن آپ کا منشا، شاید اس بار بار کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا پر ثابت کر دیں کہ علی بن موسی رضا حقیقت میں تارک دنیا نہیں تھے بلکہ خود دنیا نے ان کو ایک مدت تک چھوڑ رکھا تھا۔ جب دنیا نے ان کی طرف رجوع کی تو بکمال رغبت و خواہش وہ اس میں آلودہ ہو گئے۔

یہ جواب سن کر مامون اور زیادہ برہم ہوا اور اپنی شاہانہ شان دکھا کر کہنے لگا۔ میں برابر آپ سے التجا کیے جا رہا ہوں لیکن آپ اس پر ذرا توجہ نہیں کرتے اور میری موجودہ سطوت سے ذرا

اس عہدہ سے بہتر نہیں جسے تو عطا کرے۔ اور کوئی ولایت تیری ولایت سے بہتر نہیں۔ پروردگارا! تو مجھے اپنے دین پر قائم رہنے اور اپنے نبی کے احکام کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ تو سب مالکوں سے بہتر مالک اور سب مددگاروں سے بہتر مددگار ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام کئی روز متواتر انکار کرتے رہے۔ ایک دن فضل بن سہل نے مامون سے کہا کہ سخت تعجب کی بات ہے کہ آپ امام رضا علیہ السلام کے آگے اپنی خلافت کو پیش کرتے ہیں اور وہ اس کو اپنے لئے بار جانتے ہیں اور قبول نہیں کرتے۔ خدا کی قسم میں نے آج تک سلطنت اور بادشاہی کو ایسا ذلیل و خوار ہوتے نہیں دیکھا جیسا کہ ان دنوں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مامون یہ سُن کر خاموش ہو رہا۔

لکھا ہے کہ جب بار بار ماموں نے حضرتؑ پر ولی عہدی قبول کرنے کے لیے زور دیا اور انکار کی وجہ پوچھتا رہا تو آپ نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ مجھے اپنے آبائے طاہرین سے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمھاری ولی عہدی مجھ تک نہ پہنچے گی اور میں تم سے پہلے ہی زہر دے کر قتل کر دیا جاؤں گا۔ ملائکہ زمین و آسمان میری غربت پر نوحہ کریں گے اور اسی عالم غربت میں تمھارے باپ ہارون کی

ائمہ کو دنیوی سلطنت کی کوئی حاجت نہ تھی وہ اس ظلم و جور میں ہرگز شریک ہونا نہیں ۔ چاہتے تھے جو دنیوی بادشاہوں کے ہاتھوں سے عموماً کئے جاتے ہیں ۔ وہ دنیا میں خدائی حکومت کو قائم کرنے کے لیے آئے تھے ان کو ایسی سلطنتیں کہاں پسند آسکتی تھیں جن میں خودغرضی کے قانون رائج ہوں لوگوں کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہو بے گناہ مخلوق کا خون بہایا جاتا ہو۔ امام رضا علیہ السلام نے کس کراہت اور مجبوری سے مامون کی ولی عہدی کو منظور فرمایا اور پھر وہ بھی ایسی شرائط ساتھ جن کے بعد ولی عہدی کوئی چیز نہیں رہتی ۔ مامون اس وقت جو کچھ کررہا تھا غرض کا بندہ بن کر کر رہا تھا اس کے حضرتؑ کے ولیعہد بنانے میں سلطنت کی بہت کچھ بہتری نظر آرہی تھی جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ۔ امام علیہ السلام ان سب باتوں کو جانتے تھے ۔ آپ اس کی سلطنت کا رنگ بھی دیکھ رہے تھے ۔ اسی لیے حضرتؑ نے جان کے خوف سے اس عہدہ کو قبول تو کرلیا مگر اسی شرط سے کہ ملکی معاملات سے علیحدہ رہ کر صرف صلاح نیک دیتا رہوں گا یہ بالکل وہی طریقہ تھا جو حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ کے وقت میں اختیار کیا تھا ۔ یہ ہمارے آئمہ کا

نہیں ڈرتے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ میری ولی عہدی کو قبول نہ فرمائیں گے اور یوں ہی برابر انکار کئے جائیں گے تو میں آپ کو قتل کر ڈالوں گا۔ حضرتؑ نے جواب دیا۔ جب یہ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تو اب میرے لیے اس استدعا کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ اب انکار کرنے میں ہلاکت ہے لیکن میں اس عہدہ کو اِن شرطوں پر قبول کرتا ہوں کہ کاروبار سلطنت میں کوئی دخل نہ دوں گا۔ نہ کسی کو برطرف کروں گا نہ کسی جگہ پر معین کروں گا۔ نہ کسی ملکی قانون کو تبدیل کروں گا نہ ترمیم۔ میں ان معاملات سے علیحدہ رہوں گا البتہ اگر آپ کو کسی معاملہ میں مجھ سے مشورہ کی ضرورت ہو گی تو موافق حکم خدا و رسولؐ میں آپ کو مشورہ دیدیا کروں گا۔

مامون نے یہ شرائط قبول کر لئے۔ امام علیہ السلام وہاں سے اپنے مقام پر واپس آ گئے اور دیر تک درگاہ آلہی میں گریۂ وزاری کے ساتھ یہ دعا فرماتے رہے کہ خداوندا مجھ سے اس معاملہ میں مواخذہ نہ کرنا تو بہتر جانتا ہے کہ میں نے کس مجبوری میں اس امر کو منظور کیا ہے۔

اس واقعہ سے یہ امر پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے

قاعدہ رہا ہے کہ نیک صلاح کو اپنے دشمن سے بھی بچا کر نہیں رکھا۔ جب کسی بادشاہ نے ان سے کسی امر میں مشورہ کیا فوراً جو صحیح رائے ہوئی بیان کردی اور کبھی اُن کو ہدایت کرنے سے گریز نہ کی۔

۱۷۔ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی سے عباسیوں کی مخالفت

جب امام علیہ السلام نے ولیعہدی کو منظور فرمایا تو مامون نے اس رسم کو ادا کرنے کیلئے انتظامات شروع کئے چنانچہ یکم رمضان المبارک روز پنجشنبہ ۲۰۱ھ اس عظیم الشان دربار کی تاریخ مقرر ہوئی۔ تمام ممالک محروسہ میں اس مضمون کے خط بھیجے گئے کہ امیرالمومنین عبداللہ مامون کی دلی خواہش یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن امام موسیٰ رضا علیہ السلام کو رضا کے لقب کے ساتھ ولی عہد خلافت تسلیم کیا جائے اور تمام حکام اور رعایا سیاہ کپڑوں کی جگہ (جو عباسیوں کا خاص لباس تھا) سبز کپڑے پہن کر یکم رمضان روز پنجشنبہ ۲۰۱ھ کو دربار سلطانی میں حاضر ہوں۔ اس تقریب کی خوشی میں تمام لوگوں کو ایک سال کا کھانا خزانۂ شاہی سے عطا کیا جائے گا۔

جب یہ سامان درست ہوگئے تو ایک دن مامون نے خاص خاص عباسیوں کو اپنے پاس بلایا یہ وہی لوگ تھے جو امام علیہ السلام کی ولی عہدی پر سخت ناراض تھے۔ ان کے سامنے مامون نے پھر دوبارہ اپنا ارادہ بیان کیا وہ بھلا کیوں اس تجویز سے موافقت کرتے کھلے لفظوں میں مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ آپ ایک مرد جاہل (خاک بدہان ایشاں باد) کو جو امور سلطنت سے محض ناآشنا ہے اپنی بادشاہی دیئے دیتے ہیں ان کو ذرا ہمارے سامنے تو بلوائیے ہم ابھی ان کی کم علمی کو آپ پر ظاہر کئے دیتے ہیں۔

مامون نے اُسی وقت آپ کو بلا بھیجا جب تشریف لائے تو کہا یہ سب لوگ اس مجلس میں خاص اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ آپ کی زبان مبارک سے ایک ایسا خطبہ سنیں جس میں ان امور دین کا ذکر ہو جن کے مطابق اطاعت خدا بجالائی جائے یہ سُن کر آپ اپنے مقام سے اُٹھے اور منبر پر تشریف لے گئے اور بکمال فصاحت و بلاغت ایک طولانی خطبہ بیان فرمایا جس میں وہ حقائق و معارف بیان فرمائے کہ سننے والے حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے

قاعدہ رہا ہے کہ نیک صلاح کو اپنے دشمن سے بھی بچا کر نہیں رکھا۔ جب کسی بادشاہ نے ان سے کسی امر میں مشورہ کیا فوراً جو صحیح رائے ہوئی بیان کردی اور کبھی اُن کو ہدایت کرنے سے گریز نہ کی۔

۱۷۔ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی سے عباسیونکی مخالفت

جب امام علیہ السلام نے ولیعہدی کو منظور فرمایا تو مامون نے اس رسم کو ادا کرنے کیلئے انتظامات شروع کیے چنانچہ یکم رمضان المبارک روز پنجشنبہ ۲۰۱ھ اس عظیم الشان دربار کی تاریخ مقرر ہوئی۔ تمام ممالک محروسہ میں اس مضمون کے خط بھیجے گئے کہ امیر المومنین عبداللہ مامون کی دلی خواہش یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن امام موسی رضا علیہ السلام کو رضا کے لقب کے ساتھ ولی عہد خلافت تسلیم کیا جائے اور تمام حکام اور رعایا سیاہ کپڑوں کی جگہ (جو عباسیوں کا خاص لباس تھا) سبز کپڑے پہن کر یکم رمضان روز پنجشنبہ ۲۰۱ھ کو دربار سلطانی میں حاضر ہوں۔ اس تقریب کی خوشی میں تمام لوگوں کو ایک سال کا کھانا خزانۂ شاہی سے عطا کیا جائے گا۔

لٹک رہا تھا۔ درباری خدام سبز جھنڈے لئے جن کے پھریروں میں موتی ٹکے تھے حضرتؑ کے پس پشت استادہ تھے۔ شاعران اور قصیدہ خوانوں کی صفیں دونوں طرف مدح خوانی کے انتظار میں کھڑی تھیں۔

مامون نے اس رسم کی ابتدا یوں کی کہ سب سے پہلے اپنے بیٹے عباس کو امام علیہ السلام کی بیعت کرنے کا حکم دیا۔ عباس کے بعد ہر طبقہ اور درجہ کے لوگ باری باری آ کر بیعت کرنے لگے۔ جب یہ رسم ادا ہو چکی تو بیشمار درہم و دینار فقرا و مساکین کو تقسیم کئے گئے۔ شعرائے دربار میں سب سے پہلے جس بزرگ نے مبارکبادی کا قصیدہ سنایا وہ عباس ابن حسن علوی (اولاد حضرت عباس علیہ السلام تھے۔ ان کے قصیدے کا مطلع یہ تھا۔

لَابُدَّ للناس من شمس و قمر
فانت شمس وھذا ذلك قمر

(یعنی لوگوں کے لیے ایک سورج اور ایک چاند ضروری ہے پس اے مامون تو سورج ہے اور امام علیہ السلام چاند ہیں۔

اس کے بعد بہت سے عرب و عجم کے شعرا نے اپنے اپنے پُرزور قصیدے پڑھے۔ پھر مامون نے خاص ...

تشریف لے آئے اور وہ جلسہ برخاست ہوگیا۔ کسی مخالف کو ایک لفظ پر بھی لب کشائی کا موقع نہ ملا۔

۱۸۔ امام علیہ السلام کی ولیعہدی کے متعلق دربار

مامون نے جس طرح بنا اپنے ارکان دربار اور ملکی افسروں کو امام علیہ السلام کی ولی عہدی پر راضی کرلیا اور یکم رمضان کو دربار شاہی غیر معمولی طور پر آراستہ کیا گیا تمام عہدہ دار اور حکام نے شرکت کی مامون کی طرف یہ اعلان ہوا کہ تمام ملازمان شاہی کو ایک سال کا روزینہ عطا کیا جائے گا اس بخشش عام کیلئے پہلے ہی سے درہم و دینار کے انبار لگا دیئے گئے تھے گراں بہا خلعت سونے چاندی کی کشتیوں میں رکھے ہوئے تھے۔ امام رضا علیہ السلام کے لیے ایک نہایت پرتکلف مسند تخت شاہی کے قریب بچھائی گئی اور اس کے اردگرد ارکان سلطنت کے لیے کرسیاں تھیں جہاں لوگ اپنے اپنے منصب کے موافق بٹھائے جا رہے تھے جب تمام دربار لوگوں سے بھر گیا تو مامون شاہی کروفر کے ساتھ دربار میں داخل ہوا اور اس کے بعد امام علیہ السلام سبز لباس پہنے ہوئے تشریف لائے۔ امامت کا رعب و جلال چہرۂ اقدس سے

حضرت رسولؐ خدا کی نبوت کے خاص آثار ہیں۔

(عیون اخبار الرضا)

بعض کتابوں میں حضرتؑ کے دو خطبے منقول ہیں ہم نے دوسرا خطبہ بخوف طوالت چھوڑ دیا ہے۔ لکھا ہے کہ جب حضرتؑ یہ خطبے ارشاد فرما رہے تھے تو لوگوں پر ایک عجیب وجد کی کیفیت طاری تھی بعض لوگ خوف خدا سے دھاڑھیں مار مار کر رو رہے تھے۔ غرضکہ اس مجمع میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس پر حضرتؑ کی تقریر کا اثر نہ ہوا ہو۔

اس کے بعد مامون نے اپنا اقرار نامہ جو آپ کی ولی عہدی کے متعلق لکھا تھا اس مجمع کے سامنے پیش کیا اور تمام ارکان سلطنت کی اس پر گواہیاں کرائیں اس کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

بعد حمد وصلوٰۃ۔ جس روز سے مامون نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے وہ شکم کی نیند نہیں سویا وہ دین خدا کو پھیلانے اور اُمت کی اصلاح کے کاموں میں مشغول رہا ہے۔ اس نے اس ولایت کے معاملہ میں بہت کچھ غور وخوض کیا اور اپنا دیندار وپرہیز گار ولی عہد تلاش کرنے میں تمام خاندان عبد اللہ بن عباس اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کو چھان ڈالا۔ ایک

بلا کر گرانقدر عطیہ اس خوشی میں عنایت کئے۔ اس کے بعد ما
نے امام رضا علیہ السلام سے ایک خطبہ پڑھنے کی التجا کی۔ حضر
اپنے مقام سے اُٹھ کر منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و نعمت کے
بعد ارشاد فرمایا۔

اے جماعت حاضرین! باعتبار قرابت رسولؐ تم پر ہمارا
ایک حق ہے اور اسی طرح ہم پر بھی تمہارا حق ہے۔ جب تم نے
ہمارا حق ادا کیا ہے تو ہم پر بھی لازم ہے کہ تمہارا حق ادا کریں۔ خدا
کا شکر ہے کہ اُس نے ہمارے ان حقوق کی حفاظت کی جن کو لوگ
ضائع کر چکے تھے اور ہمارے ان امور کو بلند فرمایا جن کو لوگ گرا چکے
تھے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اسی برس تک اہل کفر و
عصیاں منبروں پر بیٹھ بیٹھ کر ہمارے اوپر لعنت کرتے رہے اور
ہمارے فضائل کو چھپاتے رہے۔ ہم پر جھوٹے الزام اور تہمتیں
لگاتے رہے اور اس کے عوض انعام و اکرام پاتے رہے مگر خدا
کی مرضی اسی میں تھی کہ ہمارا ذکر بلند ہو اور ہماری فضیلت ظاہر ہو۔
خدا کی قسم یہ ہماری وجہ سے نہیں ہوا بلکہ حضرت رسولؐ خدا کی
قرابت کے سبب سے ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن ہمارا وہ
حال ہو جائے گا جس کی خبر حضرت دے چکے ہیں یہ تمام امور

بیعت کا شرف حاصل کرو۔

یہ اقرار نامہ عبداللہ بن مامون نے دو شنبہ کے روز، رمضان ۲۰۲ھ میں اپنے ہاتھ سے دارالحکومت مرد میں تحریر کیا۔

(لمعۃ الضیائی عمدہ اخبار الرضا)

ایسا ہی ایک اقرار نامہ امام علیہ السلام کی طرف سے بھی لکھا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

میں علیؑ بن موسیٰ بن جعفر کہتا ہوں کہ بادشاہ وقت مامون نے خدا اس کی مدد کرے اور راستی کی طرف ہدایت کرے ان حقوق کو اپنی ذات سے پہچانا جس سے لوگ جاہل رہے۔ اس پیوند و قرابت کو پھر قائم کیا جو مدت سے منقطع ہو چکی تھی، خائف اور ہراساں دلوں کو امن دے کر از سر نو زندہ کیا اور غنی کیا جبکہ فقیر ہو گئے تھے اور اس میں وہ رضائے خدا کا طالب ہے اور اس کا بدلہ خدا کے سوا اور کسی سے نہیں چاہتا چونکہ خدا نیکو کاروں کے اجر ضائع نہیں کرتا اس لیے اس کو بھی اس نیکی کا بدلہ ملے گا۔ میں نے اپنے خدا سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ اگر میں زندہ رہا اور اس نے مجھے مسلمانوں کے معاملات کا حاکم بنایا اور امر خلافت میرے سپرد کیا تو میں

ایک کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کی اور خدا سے بخلوص
یہ دعا کی کہ اصلی اور جائز مستحق کو مجھ پر ظاہر کر دے ۔ تا اینکہ بڑی
کوشش کے بعد دونوں قبیلوں میں سے علی بن موسیٰ بن جعفر
علیہم السلام کو سب سے بہتر پایا ۔ وہ بڑے صاحب علم و فضل
اور متقی و پرہیزگار ہیں ۔ ان کے فضائل کو تمام دنیائے اسلام
جانتی ہے ۔ ہر طریقہ سے ان کا امتحان کر لیا گیا ۔ لڑکپن ۔
جوانی اور جوانی کے بعد کے حالات کو بخوبی اچھی طرح
جانچ لیا گیا جب ہر طرح اطمینان ہو گیا تو آپ کو ولی عہدی
کے لیے نامزد کیا اور اس کے متعلق جلسۂ بعیت منعقد کیا ۔
خدا خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض خوشنودی خدا
کے لیے کیا ہے ۔ مجھے قوی امید ہے کہ اس کی توفیق شامل
حال رہے گی اور میرا یہ کام بخوبی انجام پائے گا ۔ یہی وجہ
ہے کہ میری اولاد ، اہلبیتؑ اور سرداران ملک نے میری
اس خواہش کو منظور کر لیا ۔ کیونکہ اس میں عام لوگوں کا فائدہ
اور سلطنت کا استحکام تھا ۔ پس اے وہ لوگو جو اس بعیت کی
سعادت سے اب تک محروم ہو ۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر
بہت جلد اس امر نیک میں شامل ہو جاؤ اور کشادہ دلی سے

تمیں کی ہے حق تعالیٰ میری اور اس کی حفاظت کرے۔

۱۹۔ امام علیہ السلام کے نام کا سکہ

اس عہدنامہ کی تکمیل کے بعد مامون نے حکم دیا کہ سونے اور چاندی کے سکوں پر امام رضا علیہ السلام کا نام مبارک تحریر کیا جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ تمام اسلامی سلطنت میں آپ کی ولیعہدی کا اعلان ہو خطبہ میں آپ کا اسم گرامی داخل کیا جائے۔ تمام درباری بجائے سیاہ لباس کے سبز لباس پہنا کریں۔ فوجی جھنڈوں کے پھریرے بھی سبز کردئے جائیں۔ (روضۃ الصفا)

صاحب تذکرۃ الائمہ لکھتے ہیں کہ ماموں کے زمانہ کی اشرفیوں پر یہ عبارت ہوتی تھی الملکُ للہِ والدین۔ المامون امیرالمومنین وخلیفۃ الرضا امام المسلمین (اللہ ہی کے لیے ملک و دین ہے اور مامون امیرالمومنین اور حضرت امام رضا مسلمانوں کے امام ہیں۔)

۲۰۔ عید کی نماز اور امام علیہ السلام کی امامت

ولی عہدی کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد جب عید کا چاند نمودار ہوا تو مامون نے امام علیہ السلام سے خواہش کی کہ نماز

ان کے درمیان عموماً اور بنی عباس کے درمیان خصوصاً حکم خدا کے بموجب عمل کروں گا۔ کوئی خون ناحق نہ کروں گا کسی کا مال یا کسی کی عورت ناجائز طور پر مباح نہ کروں گا مگر وہی خون وہی مال اور وہی عورت جس کو خدا نے حلال قرار دیا ہو میں اپنی طاقت بھر ان امور میں کوشش کروں گا۔ میں نے اپنے نفس سے سختی کے ساتھ ان معاملات میں عہد لیا ہے جن کے متعلق مجھے یقین ہے کہ خدا ضرور مجھ سے سوال کرے گا۔ کیونکہ اُس کا یہ حکم ہے "جو تم نے وعدے کئے ہیں اُن کو پورا کرو کیونکہ ان کے متعلق تم سے ضرور سوال کیا جائے گا"۔ اگر میں دین خدا میں کوئی نئی بات پیدا کروں یا تغیر و تبدّل کو روا رکھوں تو البتہ میں عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا۔ میں خدا کی درگاہ میں اس کے قہر و غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور اس کی اطاعت کی توفیق حاصل کرنے کی دعا کرتا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آئندہ میرے اور تمھارے درمیان کیا صورت واقع ہوگی۔ ہر بات کا علم خدا ہی کو ہے۔ وہی ہدایت کرنے والا اور ہر معاملہ کا سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

میں نے اس وقت جو کچھ کیا ہے وہ بادشاہ وقت کے حکم کی

رسولؐ خدا اور جناب علی مرتضیٰ کی تصویر لوگوں کی نظر میں پھر گئی غرضکہ حضرت بڑے سکینہ و وقار کے ساتھ صدائے تکبیر بلند کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے تھوڑی دور پر ٹھہر کر حضرتؑ تکبیر کہتے تھے اور آپ کے ساتھ تمام لوگ نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے۔

فضل بن سہل نے جب حضرتؑ کی طرف عام لوگوں کی رجوع کا یہ حال دیکھا تو گھبرایا ہوا مامون کے پاس پہنچا اور کہنے لگا اگر امام موسیٰ رضا علیہ السلام عیدگاہ تک اسی شان و شکوہ سے چلے گئے تو مرو (شہر کا نام) کے تمام لوگ ان کے گرویدہ ہو جائیں گے اور پھر ایک شخص بھی آپ کا بہی خواہ باقی نہ رہے گا۔ ایسی حالت میں فساد عظیم برپا ہونے کا قوی اندیشہ ہے پس مصلحت اسی میں ہے کہ راستہ ہی میں آپ کو روک لیا جائے اس بات نے مامون کے دل پر اثر کیا اور اس نے اپنے ایک خاص آدمی کی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ فرزند رسول میں نے ناحق آپ سے اتنا اصرار کیا جس سے آپ کو نہایت زحمت ہوئی اب آپ واپس تشریف لے آئیں جو ہر سال نماز پڑھاتا ہے وہی اس سال بھی پڑھائے گا

آپ میری جگہ پڑھائیں امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں پہلے ہی تم سے اقرار کر چکا ہوں کہ سلطنت کے کسی معاملہ میں دخل نہ دوں گا چونکہ نماز عید کی امامت بادشاہی حق قرار پا چکی ہے اس لیے مجھے اس میں مداخلت کا موقع نہیں اس نے کہا اس امر سے میری غرض یہ ہے کہ آپ کی ولی عہدی سب پر ظاہر ہو جائے اور پھر کسی کو چون و چرا کا موقع باقی نہ رہے۔ الغرض جب زیادہ اصرار ہوا تو امام علیہ السلام کو مجبوراً قبول کرنا پڑا لیکن اس شرط سے کہ آپ اُسی شرط سے کہ آپ اسی طرح نماز پڑھانے تشریف لے جائیں جس طرح حضرت رسول خدُا اور جناب امیر علیہ السلام تشریف لے جایا کرتے تھے۔

جب شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ کل حضرت امام رضا علیہ السلام نماز عید پڑھائیں گے تو لوگوں کو حضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بڑا شوق پیدا ہوا مامون نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ عمدہ لباس پہن کر علی الصباح امام علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوں جب حضرت دولت سرا سے برآمد ہوئے تو تمام اُمرا تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ اہل شہر کا وہ ہجوم تھا کہ کہیں قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی۔

۲۱- امام کی ولی عہدی سے عباسیوں کی مخالفت اور مامون کی امام علیہ السلام سے وعدہ خلافی

نماز عید کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مامون اپنے اس قول وقرار سے پھر گیا تھا جو اس نے امام رضا علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ حضرتؑ کی ولی عہدی کے بعد سادات کے جوش میں تو کمی ہو گئی تھی لیکن بنی عباس کی مخالفت کی آگ بہت زیادہ ہو گئی تھی وہ آپ کی ولی عہدی سے ناراض ہو کر بغداد کے علاقہ میں خود مختار بننے کی فکریں کر رہے تھے اور مامون کو سخت و سُست کلمات سے یاد کرتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر وہ عباسی نسل سے ہوتا تو حکومت کو اپنے خاندان سے باہر جانے کا روادار نہ ہوتا۔ انھوں نے بغداد کے بڑے بڑے لوگوں کو جمع کر کے اس بات کو طے کر لیا کہ امین کی طرح مامون سے بھی سلطنت نکال کر کسی اور عباسی حکمران کے سپرد کر دی جائے۔ پہلے تجویز ہوئی کہ مہدی کے بیٹے منصور کو بادشاہ بنایا جائے لیکن جب اس نے منظور نہ کیا تو اس کے بھائی ابراہیم کو جس کا لقب ابن شکلہ تھا

واپس تشریف لے آئے۔ (روضۃ الصفا)

مامون. کیسے مزاج کا آدمی تھا خود ہی تو یہ سارے انتظامات کئے اور خود ہی حضرتؑ کو روک دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس نے امام علیہ السلام کو کسی عقیدت یا استحقاق کی وجہ سے ولی عہد نہیں بنایا تھا بلکہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا سلطنت کی مصلحت نے اُسے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا وہ ضرورت اور احتیاج کا بندہ تھا۔ جس سے اپنی غرض حاصل ہوتے دیکھی اُسی کے پیچھے ہولیا۔ جب تک پردہ رہا بات کی قدر رہی جہاں مطلب نکل گیا راستہ بتایا۔ دنیا پرست لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں حضرتؑ کی طرف عام لوگوں رجوع کرنا بادشاہ اور وزیر دونوں کی نظر میں خار کی طرح کھٹکا اور یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں سلطنت ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ مامون کا یہ اندیشہ بالکل غلط تھا حضرتؑ کو ان امور کی طرف ذرا بھی توجہ نہ تھی۔ آپ نے ولی عہدی کو قبول ہی اس شرط سے کیا تھا کہ امور سلطنت سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مامون وغیرہ اہلبیت رسولؐ کا کسی قسم کا فروغ دیکھنا ہی نہ چاہتے تھے۔

مامون کو یہ سب خبریں پہنچ رہی تھیں اور وہ ابراہیم کے استیصال میں پوری کوشش سے کام لے رہا تھا مگر کامیابی نہ ہوتی تھی۔ حسن بن سہل جو مامون کی طرف بغداد کا حاکم تھا ابراہیم کے مقابلہ جی چھوڑ بیٹھا تھا۔ مامون نے نہ صرف اس کی طرف سے بلکہ اس کے بھائی اور اپنے وزیر فضل بن سہل کی طرف سے بھی بدظن ہو رہا تھا۔ اس کو حسن کی بزدلی پر جس قدر افسوس تھا اس سے زیادہ اس امر پر تھا کہ فضل نے ابراہیم کے معاملہ کو مدت تک اس سے پوشیدہ رکھا۔ اب تک وہ فضل کی حسن تدبیر پر اپنا تمام کاروبار ملکی چھوڑے بیٹھا تھا اب جو اس کی خفیہ کارروائیاں معلوم ہوئیں تو اس کی تمام عظمت و وقعت نگاہوں سے گر گئی لیکن وقتی مصلحت یہی تھی کہ اپنی اس بے اعتباری کو فضل پر ابھی ظاہر نہ ہونے دے کیونکہ اس کے معزول کرتے ہی دارالسلطنت مرو کا کام بالکل ابتر ہو جاتا۔ غرضکہ ابراہیم کے معاملہ نے مامون کو سخت مصیبت میں پھانس دیا تھا کسی پہلو اس کو چین نہ آتا تھا۔

۲۳- مامون اور امام علیہ السلام کی گفتگو

اس نے فوراً قبول کر لیا۔ اتفاق سے دوسرے دن جمعہ تھا۔ طے پایا کہ نماز جمعہ کے بعد بغداد کی جامع مسجد میں ابراہیم کی تخت نشینی کی رسم بجالائی جائے۔ چنانچہ شہر کے امرا اور فوجی افسر وہاں جمع ہوئے۔ ابراہیم نے چاہا کہ منبر پر جا کر اپنی خلافت کا اعلان کرے کہ اتنے میں حاضرین میں سرگوشیاں ہونے لگیں اور بہت جلد یہ طے کر لیا گیا کہ مامون کی کارروائیوں سے بیزاری کا اظہار تو کیا جائے لیکن ابھی اس کا نام خطبہ سے نکالا نہ جائے وہ مستقل خلیفہ رہے اور ابراہیم کو اسی کا ولی عہد سمجھا جائے۔ ابراہیم نے اس کی پرزور مخالفت کی۔ بحث کو طول ہوا اور ایک ہفتہ تک یہ معاملہ طے نہ پایا۔ آخر کار ابراہیم کی پارٹی کو غلبہ ہوا اور پانچویں محرم ۲۰۳ھ کو ابراہیم کی خلافت تسلیم کر لی گئی۔

۲۲۔ مامون کے خلاف ابراہیم کی کوششیں

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ بغداد کے قصر شاہی میں تین روز تک ابراہیم کی بیعت ہوتی رہی۔ اس کے بعد ابراہیم نے اپنی فتوحات کا سلسلہ ڈالا۔ اور مامون کے حکمرانوں کو ہٹا کر اپنے افسر مقرر کرنے شروع کئے۔

آسکتے ہیں اور نہ آپ اُن تک پہنچ سکتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کا حاکم اس ستون کے مانند ہے جو خیمہ کے درمیان ہوتا ہے اور جس کو ضرورت ہوتی ہے اس کو تھام لیتا ہے۔ آپ ملک کے ایک گوشہ میں پڑے ہیں آپ کو کیا خبر کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔

حضرت کا یہ کلام سن کر مامون بیحد نادم ہوا اور کہنے لگا۔ بہت بہتر۔ اب میں غفلت نہ کروں گا اور جو کچھ آپ فرمائیں گے اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ تاریخ طبری اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ حضرت نے اس سے یہ بھی فرمایا کہ بغداد والوں نے تم کو خلافت سے برطرف کر کے ابراہیم سے بیعت کر لی ہے۔ بغداد کے لوگ حسن بن سہل کی حکومت سے اور بنی عباس میری ولیعہدی سے بیزار ہیں۔ تا وقتیکہ آپ دونوں کو علیحدہ کر کے بذات خود انتظام نہ کریں گے نجات کی امید نہیں۔

ایک سچے امام کا ضمیر کس قدر صاف ہوتا ہے۔ آپ نے بحیثیت ایک ولی عہد کے جو بات مامون کے لیے بہتر تھی وہ صاف صاف لفظوں میں بیان کر دی نہ ڈرے نہ جھجکے۔ یہاں تک کہ آپ نے یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ بنی عباس میری ولی عہدی کی وجہ سے چونکہ تمہارے دشمن بن گئے ہیں لہٰذا مجھے اس سے علیحدہ کر کے اپنی نجات کی

ان تمام حالات سے بالکل بے خبر تھا کیونکہ حسن بن سہیل حاکم بغداد نے کوئی اطلاع ابتداءً اس امر کے متعلق اس کو نہ دی تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ مامون دارالامارہ میں اس شان سے داخل ہوا کہ اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا جسے پڑھ کر وہ خوش ہو رہا تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے جب اس کو آتے دیکھا تو تعظیم کے لیے کھڑا ہونا چاہا۔ مامون نے قسمیں دے کر آپ کو بٹھایا اور خود بھی حضرتؑ کے پہلو میں بیٹھ کر اس خط کو باآواز بلند پڑھنے لگا۔ اس میں کابل کے آس پاس کے چند گاؤں فتح کرنے کی خبر دی گئی تھی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے امیر! تعجب کا مقام ہے کہ آپ چند گاؤں فتح ہونے پر اس قدر خوش ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کے خاص معاملات میں جو ابتری واقع ہو رہی ہے اس کا ذرا بھی خیال نہیں۔ آپ کو خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ اُمت محمدی کے حقوق کا آپ کو قدرت نے نگہبان قرار دیا ہے۔ آپ یہاں مرو میں آرام سے بیٹھے ہیں اور مدینۂ طیبہ میں مہاجرین و انصار کی اولاد طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا رہی ہے۔ آپ کے ظلم پسند حاکم اُن کو بُری طرح ستا رہے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں۔ آپ کے اور اُن کے درمیان اس قدر فاصلے ہیں کہ ...

کہ امام علیہ السلام نے اس کی اور اس کے بھائی کی سازشوں وغیرہ کا پورا حال مامون پر ظاہر کر دیا ہے۔ چنانچہ جب اس کو یہ پتہ چلا کہ مامون بغداد جانے کا ارادہ رکھتا ہے تو بہت گھبرایا کیونکہ وہاں جانے میں تمام واقعات کا انکشاف یقینی تھا اس نے بتیری کوشش کی کہ مامون کسی طرح اپنے ارادہ سے باز رہے لیکن وہ نہ مانا۔

لکھا ہے کہ جب سامان سفر قصر شاہی سے نکل کر بغداد کی طرف روانہ ہونے لگا تو فضل سے نہ رہا گیا مامون کے پاس آ کر کہنے لگا آپ کہاں تشریف لیے جاتے ہیں۔ بغداد جانا اس وقت مصلحت کے بالکل خلاف ہے اول تو وہاں کے باشندے امین کے قتل کے وقت سے یوں ہی آپ کی طرف سے برگشتہ ہیں اس پر امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی اور بنی عباس کی محرومی نے وہاں اور قیامت برپا کر دی ہے۔ ان کے دل آپ کی محبت سے خالی اور نیتیں بدلی ہوئی ہیں۔ مناسب یہی ہے کہ آپ چند روز یہیں قیام رکھیں اور اس عالمگیر فتنہ و فساد کے زمانہ میں اُدھر جانے کا خیال نہ کریں مامون نے اس کی باتوں پر ذرا بھی توجہ نہ کی۔ فضل کھسیانہ سا ہو کر اس وقت تو محل شاہی سے

تدبیر کرو ۔ ایسا کہہ دینا آسان بات نہیں ہے ۔ دوسرا شخص ہوتا تو نہ معلوم کیا کیا توڑ جوڑ لگا کر اُکھڑے معاملہ کو جما دیتا یہاں جمے جمائے معاملہ کو اکھاڑا جا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس منصب کی ذرا خواہش نہ تھی ۔ نیز یہ کہ آپ اپنی وجہ سے بادشاہ وقت کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے جس طرح کہ مامون کے وزیر فضل بن سہل نے ابراہیم وغیرہ کے متعلق محض اس وجہ سے مامون کو دھوکے میں رکھا تھا کہ اس کے بھائی حسن بن سہل حاکم بغداد کی بزدلی وغیرہ کی پول کھلتی تھی حضرت نے ایسا نہیں کیا ۔ بلکہ جو حقیقت تھی اُس کو صاف صاف بیان کر دیا ۔ خدا و رسولؐ کے بنائے ہوئے امام کی بس یہی شان ہوتی ہے کہ وہ حق بات کہنے سے کبھی نہیں ڈرتا ۔ اور کسی معاملہ میں خود غرضی سے کام لینا نہیں چاہتا ۔

۲۴۔ فضل کی امام علیہ السلام سے مخالفت

فضل بن سہل نے جب یہ دیکھا کہ مامون کی طبیعت اس کی طرف سے پھری ہوئی ہے اور امام رضا علیہ السلام کے مشورہ پر عمل کرتا ہے تو حضرت کی مخالفت اس کے دل میں حد سے زیادہ ہو گئی ۔ وہ سمجھ گیا تھا

ان کی جماعت کو پراگندہ بناتے رہے۔ یہ سن کر مامون کو غصہ آگیا

اس نے کہا او زنا زادے کیا اتنے دن قید میں رہنے کے بعد بھی تیری عداوت میں کوئی کمی نہیں آئی یہ کہہ کر جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر تن سے اڑا دے۔ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

اس کے بعد ابن یونس کو لایا گیا۔ وہ بدبخت بھی امام کو تخت پر بیٹھا دیکھ کے بے چین ہو گیا مامون سے کہنے لگا اے امیر یہ شخص جو تمہارے پہلو میں بیٹھا ہے ایک بُت ہے کہ لوگ خدا کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ مامون کو اس تقریر پر پہلے سے بھی زیادہ غصہ آیا۔ اس سے کہا او حرامزادے تیرا ابھی یہ حوصلہ ہوا کہ ایسا کلمہ زبان پر لایا۔ یہ کہہ کر جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر بھی قلم کر دے۔

اس کے بعد عیسیٰ جلودی پیش ہوا۔ یہ ہارون کے بڑے نامور سپہ سالاروں میں سے تھا۔ برسوں اس کی خدمت میں رہ کر اپنی جاں نثاری کا ثبوت دے چکا تھا۔ اس کتاب کے شروع میں ہم اس کا کچھ حال لکھ آئے ہیں۔ جب امام علیہ السلام کی نظر اس شقی پر پڑی تو آپ نے مامون کے کان میں جھک کر

باہر نکل آیا لیکن دو تین دن بعد موقع دیکھ کر پھر مامون کے پاس خلوت میں جا پہنچا اور کہنے لگا اگر امیر کو اس معاملہ میں میری تجویز سے اتفاق نہیں ہے تو دوسرے بہی خواہان سلطنت سے اس بارہ میں مشورہ کر لیا جائے۔ مامون نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں اس نے کہا علی بن عمران ابن یونس اور عیسیٰ جلودی یہ تینوں وہی لوگ تھے جنھوں نے شروع سے امام علیہ السلام کی ولی عہدی کے متعلق اپنی مخالفت کا اظہار کیا تھا اور اسی وجہ سے مامون نے ان کو قید کر رکھا تھا۔ مامون تو ان سے جلا بیٹھا ہی تھا ان کا نام فضل کی زبان سے سنتے ہی جل گیا۔ حکم دیا کہ اچھا ان تینوں کو قید خانہ سے بلواؤ دیکھیں کیا کہتے ہیں۔ پھر اس نے ایک چوبدار کو بھیجکر امام علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر پہلو میں بٹھا لیا۔

سب سے پہلے علی بن عمران کو حاضری کا حکم دیا گیا وہ امام علیہ السلام کو مامون کے پہلو میں تخت پر بیٹھا دیکھ کر آتش حسد سے جل گیا کہنے لگا۔ اے امیر! کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جو حکومت خدا نے اپنے فضل سے آپ کو عطا فرمائی ہے آپ اُسے اپنے خاندان سے نکال کر اپنے مخالفوں اور دشمنوں کو دے رہے ہیں۔ آپ کے بزرگ ہمیشہ ان لوگوں کو قتل کرتے اور

ان کی جماعت کو پراگندہ بناتے رہے۔ یہ سن کر مامون کو غصہ آگیا اس نے کہا او زنا زادے کیا اتنے دن قید میں رہنے کے بعد بھی تیری عداوت میں کوئی کمی نہیں آئی یہ کہہ کر جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر تن سے اڑا دے۔ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

اس کے بعد ابن یونس کو لایا گیا۔ وہ بدبخت بھی امام کو تخت پر بیٹھا دیکھ کے بے چین ہوگیا مامون سے کہنے لگا اے امیر یہ شخص جو تمہارے پہلو میں بیٹھا ہے ایک بُت ہے کہ لوگ خدا کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ مامون کو اس تقریر پر پہلے سے بھی زیادہ غصہ آیا۔ اس سے کہا او حرامزادے تیرا ابھی یہ حوصلہ ہوا کہ ایسا کلمہ زبان پر لایا۔ یہ کہہ کر جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر بھی قلم کردے۔

اس کے بعد عیسیٰ جلودی پیش ہوا۔ یہ ہارون کے بڑے نامور سپہ سالاروں میں سے تھا۔ برسوں اس کی خدمت میں رہ کر اپنی جاں نثاری کا ثبوت دے چکا تھا۔ اس کتاب کے شروع میں ہم اس کا کچھ حال لکھ آئے ہیں۔ جب امام علیہ السلام کی نظر اس شقی پر پڑی تو آپ نے مامون کے کان میں جھک کے کہا کہ اے امیر اس بوڑھے آدمی کو بخش دے۔ مامون نے کہا۔

باہر نکل آیا لیکن دو تین دن بعد موقع دیکھ کر پھر مامون کے پاس خلوت میں جا پہنچا اور کہنے لگا اگر امیر کو اس معاملہ میں میری تجویز سے اتفاق نہیں ہے تو دوسرے بہی خواہان سلطنت سے اس بارہ میں مشورہ کر لیا جائے۔ مامون نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں اس نے کہا علی بن عمران ابن یونس اور عیسیٰ جلودی یہ تینوں وہی لوگ تھے جنھوں نے شروع سے امام علیہ السلام کی ولی عہدی کے متعلق اپنی مخالفت کا اظہار کیا تھا اور اسی وجہ سے مامون نے ان کو قید کر رکھا تھا۔ مامون تو ان سے جلا بیٹھا ہی تھا ان کا نام فضل کی زبان سے سنتے ہی جل گیا۔ حکم دیا کہ اچھا ان تینوں کو قید خانہ سے بلواؤ دیکھیں کیا کہتے ہیں۔ پھر اس نے ایک چوبدار کو بھیجکر امام علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر پہلو میں بٹھا لیا۔

سب سے پہلے علی بن عمران کو حاضری کا حکم دیا گیا وہ امام علیہ السلام کو مامون کے پہلو میں تخت پر بیٹھا دیکھ کر آتش حسد سے جل گیا کہنے لگا۔ اے امیر! کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جو حکومت خدا نے اپنے فضل سے آپ کو عطا فرمائی ہے آپ اُسے اپنے خاندان سے نکال کر اپنے مخالفوں اور دشمنوں کو دے رہے ہیں۔ آپ کے بزرگ ہمیشہ ان لوگوں کو قتل کرتے اور

اس واقعہ کے بعد فضل بن سہل کو امام رضا علیہ السلام سے

اور زیادہ عداوت ہوگئی اور وہ اس فکر میں رہنے لگا کہ کسی طرح حضرتؑ کی طرف سے مامون کو بدگمان بنا دے اس نے حضرتؑ کے خادم ہشام نامی سے سازش کی۔ اور اس کے ذریعہ سے امام علیہ السلام کے احوال کو خفیہ طور سے معلوم کرتا رہا۔ حضرتؑ کو بھی اس سازش کا پتہ چل گیا آپ نہایت احتیاط سے کام لینے لگے کسی قسم کا کوئی تذکرہ ہشام کے سامنے کرتے ہی نہ تھے۔ ہشام چونکہ مامون کے بیٹے عباس کا اتالیق بھی تھا اس لیے اس کو بھی مامون کے مزاج میں بہت کچھ دخل ہوگیا تھا۔ وہ ہر وقت حضرتؑ کے دروازہ پر دربان کی حیثیت سے موجود رہتا تھا جس کو چاہتا اندر آنے دیتا اور جسے چاہتا منع کر دیتا اس روک ٹوک کی وجہ سے حضرتؑ کے بہت سے دوست آپ کی خدمت میں پہنچنے سے قاصر رہتے۔ جس کا حضرتؑ کو سخت ملال ہوتا تھا حضرتؑ کے خادم خاص یاسر کا بیان ہے کہ انھیں ایام میں ایک روز حضرتؑ نے انتہائی ملال میں خدا سے یہ دعا کی کہ "پروردگار میں جس رنج و مصیبت میں گرفتار ہوں اگر اس سے مرجانے کے بعد ہی رہائی ملنے والی ہے تو جلد میری موت کو مجھ پر مسلط فرما دے" یاسر

فرزند رسولؐ! اس کے ہاتھ سے اہلبیت رسولؐ پر جو کچھ مظالم ہوئے ہیں کیا آپ کو یاد نہیں۔ مگر اس پر بھی حضرت اس کے متعلق جاں بخشی کی سفارش کرتے ہی رہے۔

جلودی نے جو آپ کو مامون سے سرگوشی کرتے دیکھا تو اُسے گمان ہوا کہ آپ مامون کو اس کے قتل کی ترغیب دے رہے ہیں۔ غصہ میں بھر کر مامون سے کہنے لگا اے امیر! میں آپ کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میرے حق میں ان کی کوئی بات نہ مانیں۔ مامون نے مسکرا کر امام علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا اب تو یہ خود آپ کی سفارش قبول کرنے سے منع کرتا ہے اور مجھ کو قسم دیتا ہے کہ آپ کا کوئی کلام اس کے متعلق نہ سنوں لہٰذا میں نے تیری درخواست منظور کی۔ اس کے بعد جلاد کو اشارہ کیا اُس نے فوراً اس کا سر قلم کر دیا۔

دیکھا اپنے امام کی شان کو کس طرح اپنے جان و مال و آبرو کے دشمن کی سفارش فرما رہے تھے۔

بہرحال اس واقعہ سے فضل بن سہل کی مخالفت کی حقیقت معلوم ہو گئی اور فضل کو بھی مامون کے غیظ و غضب کا پوری طرح اندازہ ہو گیا۔ فضل یہ حال دیکھ کر چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔

اس واقعہ کے بعد فضل بن سہل کو امام رضا علیہ السلام سے اور زیادہ عداوت ہو گئی اور وہ اس فکر میں رہنے لگا کہ کسی طرح حضرتؑ کی طرف سے مامون کو بدگمان بنا دے اس نے حضرتؑ کے خادم ہشام نامی سے سازش کی۔ اور اس کے ذریعہ سے امام علیہ السلام کے احوال کو خفیہ طور سے معلوم کرتا رہا۔ حضرتؑ کو بھی اس سازش کا پتہ چل گیا آپ نہایت احتیاط سے کام لینے لگے۔ کسی قسم کا کوئی تذکرہ ہشام کے سامنے کرتے ہی نہ تھے۔ ہشام چونکہ مامون کے بیٹے عباس کا اتالیق بھی تھا اس لیے اس کو بھی مامون کے مزاج میں بہت کچھ دخل ہو گیا تھا۔ وہ ہر وقت حضرتؑ کے دروازہ پر دربان کی حیثیت سے موجود رہتا تھا جس کو چاہتا اندر آنے دیتا اور جسے چاہتا منع کر دیتا اس روک ٹوک کی وجہ سے حضرتؑ کے بہت سے دوست آپ کی خدمت میں پہنچنے سے قاصر رہتے۔ جس کا حضرتؑ کو سخت ملال ہوتا تھا حضرتؑ کے خادم خاص یاسر کا بیان ہے کہ انھیں ایام میں ایک روز حضرتؑ نے انتہائی ملال میں خدا سے یہ دعا کی کہ "پروردگار میں جس رنج و مصیبت میں گرفتار ہوں اگر اس سے مرجانے کے بعد ہی رہائی ملنے والی ہے تو جلد میری موت کو مجھ پر مسلط فرما دے"۔ یاسر

فرزند رسولؐ! اس کے ہاتھ سے اہلبیت رسولؐ پر جو کچھ مظالم ہوئے ہیں کیا آپ کو یاد نہیں۔ مگر اس پر بھی حضرت اس کے متعلق جاں بخشی کی سفارش کرتے ہی رہے۔

جلودی نے جو آپ کو مامون سے سرگوشی کرتے دیکھا تو اُسے گمان ہوا کہ آپ مامون کو اس کے قتل کی ترغیب دے رہے ہیں۔ غصہ میں بھر کر مامون سے کہنے لگا اے امیر! میں آپ کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میرے حق میں ان کی کوئی بات نہ مانیں۔ مامون نے مسکرا کر امام علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا اب تو یہ خود آپ کی سفارش قبول کرنے سے منع کرتا ہے اور مجھ کو قسم دیتا ہے کہ آپ کا کوئی کلام اس کے متعلق نہ سنوں لہذا میں نے تیری درخواست منظور کی۔ اس کے بعد جلاد کو اشارہ کیا اُس نے فوراً اس کا سر قلم کر دیا۔

دیکھا اپنے امام کی شان کو کس طرح اپنے جان و مال و آبرو کے دشمن کی سفارش فرما رہے تھے۔

بہر حال اس واقعہ سے فضل بن سہل کی مخالفت کی حقیقت معلوم ہو گئی اور فضل کو بھی مامون کے غیظ و غضب کا پوری طرح اندازہ ہو گیا۔ فضل یہ حال دیکھ کر چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔

بڑھ کر دنیا و آخرت میں کوئی فعل بد نہیں اگر میں اس امر میں تمہارا ساتھ دوں تو میرا بھی وہی حال ہوگا جو تمہارا۔

فضل ۔(شرمندہ ہوکر) میں نے تو آپ کو فقط آزمانے کے لیے ایسا کہا تھا خدا نہ کرے جو ہم ایسا کام کریں۔ یہ بیان صرف زبان سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ دل سے۔

امام ۔ تم جھوٹے ہو۔ جو کچھ تم نے کہا وہی تمہارا دلی مقصود تھا میرے اختلاف کرنے کی وجہ سے اب تم یہ بات بنانے لگے۔

فضل کھسیانہ ہوکر وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا مگر اس کا دل اس خوف سے دھڑک رہا تھا کہ اگر مامون کو اس واقعہ کی خبر مل گئی تو بغیر قتل کرائے نہ چھوڑے گا سوچا پہلے مجھ کو ہی اس کے پاس جاکر کچھ بات بنانی چاہیئے تاکہ جان بچنے کی کوئی صورت نکلے۔ چنانچہ وہاں سے سیدھا مامون کے پاس پہنچا اور امام علیہ السلام کی بہت سی خوبیاں کرنے کے بعد کہنے لگا میں اس وقت خاص طور سے ان کی خدمت میں آزمائش کے لیے گیا تھا مجھ سے اور ان سے ایسی ایسی گفتگو ہوئی۔ مامون نے اس کے بیان پر کوئی توجہ نہ کی اور تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد اُسے رخصت کردیا۔

فضل کی یہ خاص چال تھی۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ امام علیہ السلام

کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت کبھی خوش و خرم نظر نہ آئے۔

خاصان خدا کی یہ شان ہوتی ہے کہ بجائے دشمن کو بد دعا کرنے کے اپنی موت کے آپ طلبگار ہونے لگتے ہیں اور خدا سے اپنی نجات کی دعائیں مانگتے ہیں۔

الغرض ایک دن فضل ہشام کو ساتھ لیے ہوئے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ادھر اُدھر کی باتیں کرکے کہنے لگا۔

فضل۔ اس وقت میری حاضری کی غرض آپ سے ایک دلی راز کا اظہار کرنا ہے۔ اگر اجازت ہو تو بیان کروں۔

امام۔ کہو۔

فضل۔ میں بقسم شرعی عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ زبان سے کہوں گا وہ بالکل سچ ہوگا۔ آپ کو اس پر یقین کرنا چاہیئے۔

امام۔ اگر قابل یقین بات ہوگی تو یقین نہ کرنے کی وجہ کیا۔

فضل۔ ہمارا پکا ارادہ ہے کہ مامون کو قتل کرکے آپ کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیں۔

امام۔ (غضبناک لہجہ میں) تم کفران نعمت کرتے ہو میں ہرگز اس کام میں تمھاری شرکت نہ کروں گا اور نہ تم کو ان باتوں سے کوئی فائدہ حاصل ہوگا کیونکہ نمک حرامی اور محسن کشی سے

کی ولی عہدی کا بانی مبانی مجھی کو جانتے ہیں ۔ اس لیے مجھے ہر وقت یہ اندیشہ رہتا ہے کہ وہ لوگ میری طرف سے آپ کے دل کو نہ پھیر دیں جس کی وجہ سے میری جان و مال پر زوال آجائے۔ بہتر صورت یہی ہے کہ مجھے یہیں چھوڑ دیا جائے تاکہ میں نہایت خلوص کے ساتھ یہاں کے ملکی کاروبار کو انجام دیتا رہوں ۔

مامون نے کہا میرے ساتھ تمھارا چلنا نہایت ضروری ہے کیونکہ میرا کوئی کام بغیر تمھارے پورا نہ ہوگا ۔ میں تمھیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ تمھارے خلاف میں کسی کی بات نہ سنوں گا۔ اگر تمھیں میری بات کا یقین نہ ہو تو میری طرف سے اپنے لیے ایک امان نامہ لکھ لو اور اس پر میرے دستخط اور ارکان دولت کی گواہی کرالو۔

فضل یہ سن کر خاموش ہوگیا اور ایک امان نامہ تیار کر کے پہلے تو اس پر ارکان سلطنت کی گواہیاں کرائیں پھر مامون کے پاس دستخط کے لیے لے گیا مامون نے بے تامل اس پر دستخط کر دیئے ۔ فضل نے کہا اس پر امام رضا علیہ السلام کے بھی دستخط ہونے چاہئیں کیونکہ وہ آپ کے ولی عہد ہیں ۔ مامون نے کہا تمھیں معلوم ہے

اس کی باتوں میں آجائیں گے۔ اگر ایک بات بھی مامون کے خلاف ان کی زبان سے نکل گئی تو ان کے قتل کرا دینے کو کافی ہوگی ہشام کو اس نے بطور گواہ اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس کی یہ مراد نہ بر آئی اور امام علیہ السلام نے کوئی بات ایسی نہ کہی جس سے مامون کو بدگمانی پیدا ہوتی۔

۲۵۔ فضل کا قتل

فضل نے امام علیہ السلام کے ساتھ جو غدارانہ چال چلی تھی چند روز بعد مامون کو اس کا علم ہو گیا جس سے دونوں کے درمیان سخت کشیدگی واقع ہو گئی۔ فضل شکستہ دل ہو کر اپنے دل میں بیٹھ رہا مامون نے چاہا کہ اُسے سفر میں اپنے ساتھ لیجا کر راستہ ہی میں خاتمہ کر دے تاکہ سفر میں اس کا مارا جانا عام شورش پھیلنے کا باعث نہ ہو۔ مامون نے روانگی کے وقت اُسے بلایا اور بظاہر بہت اخلاق سے پیش آیا ادھر اُدھر کی باتیں کر کے کہنے لگا تمھارے خانہ نشین ہونے اور ترک منصب کرنے کا کیا باعث ہے؟ اس نے کہا میں آپ کے عزیز و اقارب اور جملہ خاندان شاہی کے نزدیک بڑا گنہگار ثابت ہوا ہوں وہ لوگ امین کے قتل اور امام رضا علیہ السلام

بھائی کی تجویز سے پوری موافقت کی اور مامون سے کہا کہ سرخس کا حمام بہت مشہور ہے میری دلی خواہش ہے کہ امیر کل اس کی سیر فرمائیں اور امام رضا علیہ السلام کو بھی اپنے ہمراہ لے لیں۔

حسن بن سہل نے امام رضا علیہ السلام کے ساتھ لیجانے کو غالباً دو وجہوں سے لکھا تھا اوّل تو یہ کہ حضرتؑ کی برکت سے آئی بلاٹل جائے گی دوسرے یہ کہ اگر کوئی بلا فضل کے لیے مقدر ہو چکی ہے تو اس کے ساتھ امام علیہ السلام بھی مبتلا ہو جائیں۔ اور میرے بھائی کے ساتھ آپ کی جان عزیز بھی تلف ہو جائے۔

یہاں فضل نے اپنے ساتھ مامون کو بھی اس خیال سے سمیٹا کہ مریں تو سب کے سب ساتھ ہی مریں اور کوئی بھی اپنے موجودہ اقتدار پر باقی نہ رہے نہ میری وزارت، نہ امام رضا علیہ السلام کی ولایت۔ نہ مامون کی حکومت ایک حسن باقی رہ جائے گا وہ اپنے مقاصد میں کامیابی کا ذریعہ خود ڈھونڈ لے گا مامون نے فضل کے اس خط کا جواب نہ دیا۔ وہ آج کل فضل کے معاملہ میں اس قدر غلطاں اور پیچاں ہو رہا تھا کہ اس خیال کے سوا کوئی دوسرا خیال اس کو تھا ہی نہیں۔ اس نے امام رضا علیہ السلام کی رائے پر اس معاملہ کو چھوڑ دیا تھا یعنی اگر حضرتؑ حمام جانا

لہذا اس بنا پر میں تو ان سے کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ تم بطور خود کہہ لو یقین ہے کہ وہ تمھاری درخواست کو رد نہ کریں گے۔ فضل وہاں سے اٹھ کر امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور وہ امان نامہ دکھا کر حضرتؑ سے دستخط کرنے کی خواہش کی۔ آپ نے اُسے اول سے آخر تک پڑھا اور پھر دست مبارک سے یہ عبارت لکھدی "جب تک تم تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم رہو گے میرا بھی یہی عہد تمھارے ساتھ قائم رہے گا"۔

چند روز بعد مامون امام رضا علیہ السلام اور فضل کو ہمراہ لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا پہلی منزل سرخس تھی یہاں فضل کو اپنے بھائی حسن کا ایک خط ملا جس میں لکھا ہوا تھا کہ میں نے نجوم کے قاعدہ سے معلوم کیا ہے کہ اس مہینہ میں چہار شنبہ کے دن تم کو آگ اور لوہے کی گرمی پہنچائی جائے گی۔ میں نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ معاملات تمھارے جسم و جان کے لیے مضرت کا باعث ہوں۔ دفعیہ کی یہ صورت نکالی ہے کہ تم اُس روز امام رضا علیہ السلام کے ساتھ حمام میں داخل ہو کر فصد کرانا اور جو خون اس سے نکلے اُسے اپنے بدن پر مل لینا۔

فضل چونکہ خود بھی نجوم سے واقف تھا اس لیے اس نے

توچاروں سپاہیوں نے اُسے گھیر کر اپنی زہر آلود تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ۔

امام رضا علیہ السلام کے غلام خاص یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس رات کو امام علیہ السلام نے ہم سب کو یہ تاکید فرمائی تھی کہ خدا کی درگاہ میں استغفار کرتے رہیں ۔ جب صبح کے آثار نمایاں ہوئے اور حضرتؑ نماز صبح سے فارغ ہو چکے تو مجھ سے فرمایا ذرا کوٹھے کی چھت پر جا کر سنو تو یہ شور کیسا ہے ۔ ہم اوپر چڑھے تو فضل کی قیامگاہ کی طرف سے رونے پیٹنے کی آواز سنائی دی ۔ اب جو نیچے اُتر کر دیکھا تو مامون کو امام علیہ السلام کے پہلو میں کھڑا پایا وہ کہہ رہا تھا کہ رات فضل کو تین چار شخصوں نے مل کر حمام میں قتل کر ڈالا ۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ فضل کے بہت سے وفادار ملازم مامون کی فرودگاہ پر چڑھ آئے اور اس کا محاصرہ کر لیا اور باآواز بلند کہنے لگے ہم کو پوری طرح تحقیق ہو چکا ہے کہ فضل کا قتل مامون کے اشارہ سے ہوا ہے ۔ مامون کے سپاہیوں نے امام علیہ السلام کے ایوان میں آکر مامون کو اس واقعہ کی اطلاع دی ۔ وہ یہ خبر سنتے ہی حواس باختہ ہو گیا اور امام علیہ السلام سے بڑی

قبول فرمالیں گے تو میں منظور کر لوں گا۔ ورنہ نہیں۔ چنانچہ فضل کا وہ رقعہ امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجدیا گیا۔ حضرتؑ نے اس کے جواب میں زبانی کہلا بھیجا کہ میں کل حمام نہ جاؤں گا بلکہ مصلحت یہ ہے کہ آپ اور فضل دونوں کل حمام جانے کا قصد نہ کریں کل رات میں نے خواب میں حضرت رسولؐ خدا کو یہ فرماتے سنا۔ "اے علی رضاؑ کل تم حمام میں نہ جانا" اس کے بعد مامون نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور فضل کو لکھ بھیجا کہ تمھیں اختیار ہے جاؤ یا نہ جاؤ مگر میں تو کل ہرگز نہ جاؤں گا۔ مامون کو تو عرصہ سے فضل کے قتل کرنے کی فکر تھی ہی یہ موقع اس کے لیے اچھا ہاتھ آیا۔ اس نے چار آدمیوں کو جو نہایت ہی سخت دل اور بے رحم تھے یہ حکم دیا کہ کل جس وقت فضل حمام میں جائے تم چاروں بے تامل اندر گھس کر اُسے قتل کر ڈالنا اور فوراً وہاں سے بھاگ کھڑے ہونا تاکہ میں تمھیں گرفتار نہ کرا سکوں۔

فضل کے سر پہ جو موت کھیل رہی تھی تو باوجود مامون کے انکار کے اس نے حمام میں اپنا جانا ملتوی نہ کیا۔ کچھ رات باقی تھی کہ وہاں جا پہنچا پہلے فصد لی اور جو خون اس سے نکلا اپنے بدن پر مل لیا پھر غسل کیا۔ اب جو نہا دھو کر دروازہ سے باہر نکلا

تو چاروں سپاہیوں نے اُسے گھیر کر اپنی زہر آلود تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

امام رضا علیہ السلام کے غلام خاص یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس رات کو امام علیہ السلام نے ہم سب کو یہ تاکید فرمائی تھی کہ خدا کی درگاہ میں استغفار کرتے رہیں۔ جب صبح کے آثار نمایاں ہوئے اور حضرتؑ نماز صبح سے فارغ ہو چکے تو مجھ سے فرمایا ذرا کوٹھے کی چھت پر جا کر سنو تو یہ شور کیسا ہے۔ ہم اوپر چڑھے تو فضل کی قیامگاہ کی طرف سے رونے پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ اب جو نیچے اُتر کر دیکھا تو مامون کو امام علیہ السلام کے پہلو میں کھڑا پایا وہ کہہ رہا تھا کہ رات فضل کو تین چار شخصوں نے مل کر حمام میں قتل کر ڈالا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ فضل کے بہت سے وفادار ملازم مامون کی فرودگاہ پر چڑھ آئے اور اس کا محاصرہ کر لیا اور با آواز بلند کہنے لگے ہم کو پوری طرح تحقیق ہو چکا ہے کہ فضل کا قتل مامون کے اشارہ سے ہوا ہے۔ مامون کے سپاہیوں نے امام علیہ السلام کے ایوان میں آ کر مامون کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ وہ یہ خبر

قبول فرمالیں گے تو میں منظور کروں گا۔ ورنہ نہیں۔ چنانچہ فضل کا وہ رقعہ امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجدیا گیا۔ حضرتؑ نے اس کے جواب میں زبانی کہلا بھیجا کہ میں کل حمام نہ جاؤں گا بلکہ مصلحت یہ ہے کہ آپ اور فضل دونوں کل حمام جانے کا قصد نہ کریں کل رات میں نے خواب میں حضرت رسولؐ خدا کو یہ فرماتے سنا۔ "اے علی رضاؑ کل تم حمام میں نہ جانا" اس کے بعد مامون نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور فضل کو لکھ بھیجا کہ تمھیں اختیار ہے جاؤ یا نہ جاؤ مگر میں تو کل ہرگز نہ جاؤں گا۔ مامون کو تو عرصہ سے فضل کے قتل کرنے کی فکر تھی ہی یہ موقع اس کے لیے اچھا ہاتھ آیا۔ اس نے چار آدمیوں کو جو نہایت ہی سخت دل اور بے رحم تھے یہ حکم دیا کہ کل جس وقت فضل حمام میں جائے تم چاروں بے تامل اندر گھس کر اُسے قتل کر ڈالنا اور فوراً وہاں سے بھاگ کھڑے ہونا تاکہ میں تمھیں گرفتار نہ کرا سکوں۔

فضل کے سر پر جو موت کھیل رہی تھی تو باوجود مامون کے انکار کے اس نے حمام میں اپنا جانا ملتوی نہ کیا۔ کچھ رات باقی تھی کہ وہاں جا پہنچا پہلے فصد لی اور جو خون اس سے نکلا اپنے بدن پر مل لیا پھر غسل کیا۔ اسے جو نہا دھو کر دروازے سے باہر نکلا

آپ ہی نے تو حکم دیا تھا اور اب آپ ہی ہم کو قتل کرا رہے ہیں۔ مامون نے کان دھر کر ان کی بات نہ سنی اور چاروں کو قتل کرا دیا۔

۲۶۔ مامون کی امام علیہ السلام سے مخالفت

امام رضا علیہ السلام کا شروع ہی سے یہ طریقہ رہا تھا کہ جو سچی بات ہوتی تھی آپ بے خوف وہراس اس کو بیان فرما دیتے تھے۔ مامون نے پہلے تو یہ سمجھا تھا کہ بادشاہی اقتدار ان کو رفتہ رفتہ اسی راہ پر لے آئے گا جس پر وہ چلانا چاہتا تھا لیکن جب یہ دیکھا کہ وہ کسی وقت بھی حق بات کہنے سے نہیں چوکتے اور جو کہنا ہوتا ہے بے دھڑک کہہ ڈالتے ہیں تو اس کے دل میں حضرتؑ کی طرف سے عداوت پیدا ہونی شروع ہو گئی ظاہر میں تو کچھ نہ کہتا تھا لیکن دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا تھا۔ اس کے علاوہ امام علیہ السلام ہمیشہ اس کو خلاف شرع امور بجا لانے سے روکتے رہتے تھے اور اکثر پند و نصائح فرما کر اس کے دل میں خوف خدا قائم کرنا چاہتے تھے۔ مامون بظاہر تو آپ کے ارشاد کو قبول کر لیتا تھا مگر باطن میں آپ کی یہ باتیں اُس کو اپنی شان کے خلاف اور شاہی اقتدار کی ہتک کا باعث معلوم ہوتی تھیں

منت وجاحبت سے کہنے لگا۔ اے ابوالحسن! میری اعانت کا یہ خاص وقت ہے جو کچھ مدد آپ کر سکتے ہوں کریں۔

امام علیہ السلام نے اُسی وقت سواری طلب کی اور سوار ہو کر بادشاہ کی فرودگاہ پر پہنچے یہاں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ راستے بند ہو گئے تھے حضرتؑ نے ان کو ڈانٹ کر کہا۔ یہ کیا بے ادبی اور گستاخی ہے کہ تم نے بادشاہ کی قیام گاہ کو گھیر رکھا ہے۔ یاد رکھو اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ لوگ حضرتؑ کے گرد جمع ہو گئے اور مامون کی دغا اور فریب کی شکایتیں کرنے لگے۔ آپ نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس بھیجدیا۔

چونکہ فضل کی پارٹی کے لوگ اس کے قاتلوں کی گرفتاری پر حد درجہ مصر تھے اس لیے مامون اس وقت سخت کش مکش میں تھا خود ہی بھیج کر جن لوگوں سے قتل کرایا تھا اب کس مُنھ سے ان کی گرفتاری کا حکم دے۔ ان کے گرفتار ہوتے ہی راز کھل جائیگا ڈر تھا۔ بہت ٹالا۔ آخر جب کسی طرح قابو نہ چلا تو مجبوراً ان کی تلاش اور گرفتاری کا حکم دیا۔ فوراً لوگ چاروں طرف دوڑ گئے اور عباس بن میثم دینوری ان چاروں کو گرفتار کر کے لے آیا۔

مامون نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ انھوں نے کہا اے امیر!

آپ ہی نے تو حکم دیا تھا اور اب آپ ہی ہم کو قتل کرا رہے ہیں۔ مامون نے کان دھر کر ان کی بات نہ سنی اور چاروں کو قتل کرا دیا۔

۲۶۔ مامون کی امام علیہ السلام سے مخالفت

امام رضا علیہ السلام کا شروع ہی سے یہ طریقہ رہا تھا کہ جو سچی بات ہوتی تھی آپ بے خوف وہراس اس کو بیان فرما دیتے تھے۔ مامون نے پہلے تو یہ سمجھا تھا کہ بادشاہی اقتدار ان کو رفتہ رفتہ اسی راہ پر لے آئے گا جس پر وہ چلانا چاہتا تھا لیکن جب یہ دیکھا کہ وہ کسی وقت بھی حق بات کہنے سے نہیں چوکتے اور جو کہنا ہوتا ہے بے دھڑک کہہ ڈالتے ہیں تو اس کے دل میں حضرتؑ کی طرف سے عداوت پیدا ہونی شروع ہو گئی ظاہر میں تو کچھ نہ کہتا تھا لیکن دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتا تھا۔ اس کے علاوہ امام علیہ السلام ہمیشہ اس کو خلاف شرع امور بجالانے سے روکتے رہتے تھے اور اکثر پند ونصائح فرما کر اس کے دل میں خوف خدا قائم کرنا چاہتے تھے۔ مامون بظاہر تو آپ کے ارشاد کو قبول کر لیتا تھا مگر باطن میں آپ کی یہ باتیں اُس کو اپنی شان کے خلاف اور شاہی اقتدار کی ہتک کا باعث معلوم ہوتی تھیں

منت وجاحبت سے کہنے لگا۔ اے ابوالحسن! میری اعانت کا یہ خاص وقت ہے جو کچھ مدد آپ کرسکتے ہوں کریں۔

امام علیہ السلام نے اُسی وقت سواری طلب کی اور سوار ہو کر بادشاہ کی فرودگاہ پر پہنچے یہاں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ راستے بند ہو گئے تھے حضرتؑ نے ان کو ڈانٹ کر کہا۔ یہ کیا بے ادبی اور گستاخی ہے کہ تم نے بادشاہ کی قیام گاہ کو گھیر رکھا ہے۔ یاد رکھو اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ لوگ حضرتؑ کے گرد جمع ہو گئے اور مامون کی دغا اور فریب کی شکایتیں کرنے لگے۔ آپ نے ان کو سمجھا بجھا واپس بھیجدیا۔

چونکہ فضل کی پارٹی کے لوگ اس کے قاتلوں کی گرفتاری پر حد درجہ مصر تھے اس لیے مامون اس وقت سخت کشمکش میں تھا خود ہی بھیج کر جن لوگوں سے قتل کرایا تھا اب کس مُنھ سے ان کی گرفتاری کا حکم دے۔ ان کے گرفتار ہوتے ہی راز کھل جائیگا ڈر تھا۔ بہت ٹالا۔ آخر جب کسی طرح قابو نہ چلا تو مجبوراً ان کی تلاش اور گرفتاری کا حکم دیا۔ فوراً لوگ چاروں طرف دوڑ گئے اور عباس بن میثم دینوری ان چاروں کو گرفتار کر کے لے آیا۔

مامون نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ انھوں نے کہا اے امیر!

سیّد۔ رقم خمس اور مال غنیمت اور کونسا حق۔ خدا نے اس کو چھ حصوں پر تقسیم فرمایا تھا۔ ان میں سے ایک حق ابن السبیل یعنی مسافر کا رکھا تھا اور کوئی حق نہ سہی تو میں کم از کم مسافر تو ہوں جب یہاں کوئی رزق کی بہم پہنچنے کی نظر نہ آئی تو مجبور ہو کر چوری کی۔

مامون۔ میں یہ کچھ نہیں جانتا شریعت میں جو سزا چور کی ہے وہ تم کو ضرور ملے گی۔

سیّد۔ اگر شرعی سزا دینا ضروری ہے تو پہلے اپنے کو سزا دو۔

مامون۔ میں نے کس کی چوری کی ہے (امام رضا علیہ السلام سے مخاطب ہو کر) اس کی بات کا مطلب میری سمجھ میں تو آیا نہیں اگر آپ نے سمجھا ہو تو بیان فرمائیے۔

امام علیہ السلام۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے میرا حق چرایا ہے میں نے اوروں کا چرالیا ہے۔

مامون۔ (غضبناک ہو کر) اب تو میں تیرے ہاتھوں کو قلم کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔

سیّد۔ سبحان اللہ! تم میرے ہاتھ کیسے کاٹ سکتے ہو حالانکہ تم تو میرے غلام ہو۔

اسی وجہ سے روز بروز اس کی کشیدگی بڑھتی چلی جاتی تھی۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ امام علیہ السلام مامون کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ وہ وضو کر رہا ہے اور نوکر کھڑا ہوا پانی ڈال رہا ہے آپ نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا تم اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔ اُس کو آپ کا یہ ٹوکنا بُرا معلوم ہوا مگر غصہ کو پی گیا اور خادم سے لوٹا لے کر اپنے وضو کو تمام کیا۔

ایک بار امام علیہ السلام دربار میں مامون کے پاس تخت پر بیٹھے تھے اور مقدمات کا فیصلہ ہو رہا تھا کہ ایک سید صوفی چوری کے جرم میں گرفتار ہو کر آیا۔ اس کی پیشانی پر سجدہ کا گھٹا پڑا ہوا تھا بدن میں بالوں کا کرتا اور سر پر عمامہ بندھا ہوا تھا۔ غرض نیک لوگوں کے تمام آثار اس سے ظاہر تھے مامون اس سے کہنے لگا۔

مامون۔ صورت تو ایسی اور سیرت ایسی لاحول ولا قوۃ۔

سیّد۔ میں نے یہ کام خوشی سے نہیں کیا بلکہ مجبوری سے کیا ہے۔

مامون۔ مجبوری کیا تھی؟

سید۔ چونکہ تو نے ہمارا حق مار لیا ہے اس لیے ہم اپنی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے۔

مامون۔ کیا خوب میں نے کونسا تمھارا حق مار لیا ہے؟ ذرا بتاؤ تو۔

سیّد۔ رقم خمس اور مال غنیمت اور کونسا حق۔ خدا نے اس کو چھ حصوں پر تقسیم فرمایا تھا۔ ان میں سے ایک حق ابن السبیل یعنی مسافر کا رکھا تھا اور کوئی حق نہ سہی تو میں کم از کم مسافر تو ہوں جب یہاں کوئی رزق کی بہم پہنچنے کی نظر نہ آئی تو مجبور ہو کر چوری کی۔

مامون۔ میں یہ کچھ نہیں جانتا شریعت میں جو سزا چور کی ہے وہ تم کو ضرور ملے گی۔

سیّد۔ اگر شرعی سزا دینا ضروری ہے تو پہلے اپنے کو سزا دو۔

مامون۔ میں نے کس کی چوری کی ہے. (امام رضا علیہ السلام سے مخاطب ہو کر) اس کی بات کا مطلب میری سمجھ میں تو آیا نہیں اگر آپ نے سمجھا ہو تو بیان فرمائیے۔

امام علیہ السلام۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے میرا حق چرایا ہے میں نے اوروں کا چرالیا ہے۔

مامون۔ (غضبناک ہو کر) اب تو میں تیرے ہاتھوں کو قلم کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔

سیّد۔ سبحان اللہ! تم میرے ہاتھ کیسے کاٹ سکتے ہو حالانکہ تم تو میرے غلام ہو۔

اسی وجہ سے روز بروز اس کی کشیدگی بڑھتی چلی جاتی تھی۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ امام علیہ السلام مامون کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ وہ وضو کر رہا ہے اور نوکر کھڑا ہوا پانی ڈال رہا ہے آپ نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا تم اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔ اُس کو آپ کا یہ ٹوکنا بُرا معلوم ہوا مگر غصہ کو پی گیا اور خادم سے لوٹا لے کر اپنے وضو کو تمام کیا۔

ایک بار امام علیہ السلام دربار میں مامون کے پاس تخت پر بیٹھے تھے اور مقدمات کا فیصلہ ہو رہا تھا کہ ایک سید صوفی چوری کے جرم میں گرفتار ہو کر آیا۔ اس کی پیشانی پر سجدہ کا گھٹا پڑا ہوا تھا بدن میں بالوں کا کرتا اور سر پر عمامہ بندھا ہوا تھا۔ غرض نیک لوگوں کے تمام آثار اس سے ظاہر تھے مامون اس سے کہنے لگا۔

مامون۔ صورت تو ایسی اور سیرت ایسی لاحول ولا قوۃ۔

سیّد۔ میں نے یہ کام خوشی سے نہیں کیا بلکہ مجبوری سے کیا ہے۔

مامون۔ مجبوری کیا تھی؟

سید۔ چونکہ تو نے ہمارا حق مار لیا ہے اس لیے ہم اپنی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے۔

مامون۔ کیا خوب میں نے کونسا تمھارا حق مار لیا ہے؟ ذرا بتاؤ تو۔

اس ارشاد پر بہت گھٹا لیکن ظاہر کچھ نہ کیا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد اس نے مصلحت یہی سمجھی کہ اس سید کو رہا کر دے۔

اس واقعہ کے بعد سے اس کے دل میں آپ کی طرف سے دشمنی پیدا ہو گئی اور اب وہ اس فکر میں رہنے لگا کہ آپ کو اپنی ولی عہدی کے عہدہ سے ہٹا دے۔ وہ اکثر حضرتؑ کے قول پر ناک بھوں چڑھاتا اور اعتراض کر بیٹھتا تھا بلکہ آپ کو ولی عہد ہی بنانے پر احسان بھی جتانے لگا تھا۔ ایک بار جو اس نے احسان کا ذکر کیا تو حضرتؑ نے فرمایا اے امیر! مجھ کو تمھاری اس ولی عہدی سے کوئی نئی نعمت یا قابل فخر شرافت حاصل نہیں ہو گئی ہیں اس سے پہلے مدینہ منورہ میں جس عزت سے رہتا تھا وہ کچھ کم نہ تھی۔ مشرق سے مغرب تک میرے احکام جاری تھے میں نہایت آزادی سے جہاں چاہتا تھا جاتا تھا کسی طرح کی کوئی پابندی عاید نہ تھی۔ جب کسی محتاج کو پاتا تھا اُس کی ضرورتوں کو پورا کر دیتا تھا جو مسائل دین پوچھنے آتا تھا آزادی سے اس کا جواب دیتا تھا۔

ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ مامون نے ایک شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اس نے رو رو کر کہا اے امیر میں بال بچوں والا ہوں

مامون۔ (متعجب ہو کر) میں اور تیرا غلام یہ کیسے؟

سیّد۔ تنہا میرا ہی غلام نہیں بلکہ تمام اہل اسلام کا۔ نہ میں نے تجھے آزاد کیا نہ کسی اور نے۔

مامون۔ (شرمندہ سا ہو کر) بھلا کیسے۔

سیّد۔ ایسے کہ تیرے باپ نے تیری ماں کو بیت المال کی رقم سے خرید کیا تھا اور بیت المال تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ انھیں مسلمانوں میں ایک میں بھی ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ میں نے تجھے آزاد نہیں کیا بلکہ میں نے کیا کسی مسلمان نے بھی نہیں کیا۔ اگر اصولاً دیکھا جائے تو ایک نجس چیز دوسری نجس چیز کو پاک نہیں کر سکتی۔ پس ایسی صورت میں جبکہ تو خود سزائے الٰہی کا مستحق ہے تو مجھ کو یا کسی دوسرے کو کوئی سزا کیونکر دے سکتا ہے۔ کیا آیت کے اس حکم کو بھول گیا " وہ لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اپنے نفسوں کو بھلا بیٹھے ہیں۔

مامون۔ (امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کر) یہ شخص بلا کا زبان دراز ہے آپ کی اس کے بارہ میں کیا رائے ہے۔

امام۔ اس نے اپنی بات کو ہر طرح ثابت کر دیا۔ اب آپ کو اختیار ہے یہ سُن کر مامون سناٹے میں آگیا دل ہی دل میں حضرت کے

کیوں کہا جاتا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم تک تمھارے آباو اجداد کے ذریعہ سے یہ حدیث نہیں پہنچی کہ حضرت علی علیہ السلام کی دوستی ایمان ہے اور دشمنی کفر۔ مامون نے کہا ہاں یہ حدیث میں نے سنی تو ہے۔ فرمایا تو بس حضرت علیؑ نے اپنی دوستی اور دشمنی پر جنت اور جہنم کو تقسیم فرما دیا ہے۔ مامون اس جواب سے بظاہر تو بہت خوش ہوا لیکن دل میں جل گیا۔

راوی کہتا ہے کہ جب امام علیہ السلام مامون کے پاس سے اُٹھ کر اپنے گھر تشریف لے چلے تو میں نے عرض کی آپ نے اس وقت مامون کو کیا اچھا جواب دیا ہے۔ فرمایا وہ جواب مامون اور اسی جیسے لوگوں کے لیے تھا۔ ورنہ اس بارہ میں ہمارا وہی عقیدہ ہے جو ہمارے بزرگوں کا تھا یعنی ہمارے جد امیرالمومنین علی السلام روز قیامت جہنم سے کہیں گے ھذا الی وھذا لک یعنی یہ میرا ہے وہ تیرا۔

جب مامون مَرو سے خراسان کی طرف جا رہا تھا تو امام علیہ السلام بھی اس کے ساتھ تھے۔ ایک روز راستہ میں آپ سے پوچھنے لگا۔ آپ کو ازروئے حسب ونسب ہم پر کیا ترجیح ہے۔ ہم اور آپ دونوں اس معاملہ میں بالکل مساوی ہیں۔ خوامخواہ لوگ آپ کے

میرے قتل کا حکم نہ دیجئے۔ جب تک زندہ رہوں گا آپ کے احسانات کا شکر ادا کرتا رہوں گا۔ مامون نے جھنجھلا کر کہا تو کیا اور تیری شکرگزاری کیا۔ امام علیہ السلام اس وقت موجود تھے۔ یہ مغرورانہ جواب آپ کو پسند نہ آیا۔ فرمایا اے امیر! شکر ایسی چیز نہیں جس سے کوئی شخص اپنے کو مستغنی سمجھے۔ تم کبھی اپنے کو خدا کی اس نعمت سے بے پروانہ سمجھنا کیونکہ شکر ایسی چیز ہے کہ اس کے ادا کرنے کا حکم خدا نے سخت تاکیدوں کے ساتھ دیا ہے۔ اور جن لوگوں نے شکر کیا ہے۔ خدا نے اُن پر بخشش کی ہے۔ چونکہ مامون کے دل میں امام علیہ السلام کی طرف سے خلش پیدا ہو چکی تھی لہذا روز بروز وہ کدورت بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب دل کسی کی طرف سے پھر جاتا ہے تو پھر اس کی اچھی بات بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی یہی وجہ تھی کہ مامون امام علیہ السلام کی بات بات پر اعتراض کرنے لگا تھا۔

۲۷۔ مامون کے چند اعتراض اور امام کا جواب

ایک دن مامون نے امام علیہ السلام سے منہ بگاڑ کر کہا میری سمجھ نہیں آتا کہ آپ کے جد امجد حضرت علی علیہ السلام کو قسیم نار و جنت

...ناظہ اس کے اختلاف کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپ کا کوئی فعل
...س کی نظر میں اچھا نہ رہا۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ حضرتؑ کے مخالفو
... مامون کو یہ خبر پہنچائی کہ امام علیہ السلام کے در دولت پر
...ثرت سے لوگ جمع ہوتے ہیں اور آپ کی صحبت میں عموماً ایسے
... ہوتے ہیں جن سے بادشاہ وقت کی توہین ہوتی ہے۔ یہ سُن کر
...ون نے چند آدمی مقرر کر دیئے کہ آپ کی خدمت میں جمع ہونے
... منع کریں اور ایسے ذکر آپ کی صحبت میں نہ ہونے دیں۔
...ون کے اس انتظام سے آپ کے مخصوص اصحاب کا آنا جانا
...ی بند ہو گیا اور جو لوگ انتہائی خلوص کی بنا پر کبھی کبھی آتے
...ں تھے وہ بڑی احتیاط سے بات چیت کرتے تھے۔

چونکہ بنی عباس امام علیہ السلام کی ولی عہدی کی بناء پر
...ون سے سخت ناراض تھے اور اس کی سلطنت میں طرح طرح
... رخنہ اندازیاں کر رہے تھے اس لیے مامون یہ چاہتا تھا کہ
...س طرح اس نے فضل بن سہل کا خاموشی سے کام تمام کر دیا
... اسی طرح امام علیہ السلام کو بھی جلد سے جلد ختم کر دے وہ
...ضرتؑ کے قتل کے موقع ڈھونڈھتا رہتا تھا۔

خاندان کو ہمارے خاندان پر ترجیح دیتے ہیں حضرتؑ نے فرمایا
اس کا جواب تو میرے پاس موجود ہے اگر اجازت ہو تو بیان کردوں
ورنہ خاموش ہو رہوں۔ مامون نے کہا ضرور بیان فرمائیے۔
حضرتؑ نے فرمایا میں بقسم تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر اس وقت
حضرت رسولؐ خدا اس پہاڑ کے پیچھے سے نکل کر ہمارے سامنے
تشریف لے آئیں اور تمھاری بیٹی کی خواستگاری کریں تو اُس کا
نکاح تم حضرتؐ سے کر دو گے یا نہیں۔ مامون نے کہا بھلا وہ
کون مسلمان ہوگا جو اپنی لڑکی اُن کو نہ دے گا۔ آپ نے فرمایا اچھا
اب یہ بتاؤ کہ آیا حضرتؐ کے لیے یہ امر جائز ہوگا کہ میری لڑکی کی
خواستگاری کریں۔ مامون یہ سن کر خاموش ہوگیا اور کچھ دیر غور
کرنے کے بعد کہا خدا کی قسم آپ حضرت رسول خداؐ کے ساتھ
قرابت قریبہ رکھتے ہیں۔ آپ کی لڑکی کے متعلق آنحضرتؐ کبھی
ایسی خواستگاری نہ کریں گے۔

مامون کچھ تو اپنی فطرت کے تقاضہ سے اور زیادہ تر اپنے
اقتدار و ثروت کی غیرت سے امام علیہ السلام کے متعلق روز
بروز سخت سے سخت ہوتا چلا جاتا تھا۔ کہاں تو ابتدائے زمانہ
میں اس کے خلوص آپ کے ساتھ یہ تھے اور کہاں آپ کے

یہی بدبخت آپ کا قاتل ہوگا۔ بلکہ آپ نے اپنی وفات کے متعلق جو پیشین گوئیاں کی تھیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ایک ایک بات کا پوری طرح علم تھا۔ چنانچہ ہم ذیل میں اس کے متعلق دو تین واقعات لکھتے ہیں۔

صواعق محرقہ میں ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید مدینہ منورہ میں آیا یہ اس کی سلطنت کا آخر زمانہ تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے اُسے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ ہم اور تم ایک ہی مقام پر دفن ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حسن ابن عباد جو امام رضا علیہ السلام کے کاتب تھے بیان کرتے ہیں کہ جب مامون نے مرو سے بغداد جانے کا ارادہ کیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سفر کی نسبت آپ سے دریافت کرنے لگا۔ فرمایا ہاں مامون بغداد تک ضرور پہونچ جائے گا مگر افسوس کہ ہم وہاں تک نہ پہنچیں گے اور نہ اس سرزمین کو پھر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اتنا کہہ کر آپ کچھ ایسے رنجیدہ ہوئے کہ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ میں یہ حال دیکھ کر بہت پریشان ہوا اور عرض کرنے لگا یا بن رسول اللہ آپ [illegible]

۲۸- امام علیہ السلام کی اپنی شہادت کے متعلق پیشین گوئی

جس طرح مامون نے فضل کے معاملہ میں انتہائی رازداری سے کام لیا تھا اسی طرح وہ امام علیہ السلام کے متعلق بھی بڑی احتیاط سے کام کر رہا تھا۔ اس نے رفتہ رفتہ امام علیہ السلام سے امور سلطنت میں مشورہ بھی ترک کر دیا تھا بلکہ حکم ناموں پر حضرتؑ کے دستخط کرانے بھی بند کر دئے تھے۔ جہاں کہیں کوئی فرمان بھیجنا ہوتا تھا محض اپنے ہی مہر اور دستخطوں سے بھیج دیتا تھا اس نے سلطنت کے قواعد وضوابط جو پہلے معین کئے تھے بالکل بدل ڈالے تھے۔ اب وہ امام علیہ السلام کو اپنی سلطنت کے حق میں حد درجہ نقصان رساں خیال کر رہا تھا چونکہ حضرتؑ کے ظاہر بظاہر قتل کرانے میں مفسدہ عظیم برپا ہونے کا خوف تھا اس وجہ سے ایسی جرأت نہ کر سکا ورنہ حضرت کا وجود اب اس کی نظر میں خار کی طرح کھٹک رہا تھا اور شب و روز خفیہ طور پر آپ کے قتل کرانے کی تدبیریں سوچتا رہتا تھا۔ امام علیہ السلام مامون کی حالت سے بے خبر نہ تھے آپ کو بہت پہلے سے معلوم تھا کہ

اچھی طرح اپنے ہاتھوں پر ملیں گے اور پھر انھیں ہاتھوں سے انار
نچوڑ کر میرے لیے آب انار تیار کیا جائے گا۔ انھیں چیزوں سے
میری موت واقع ہوگی۔ چونکہ ازل میں میری موت کا سبب یہی
قرار پاچکا ہے اور مجھے اس سے مطلع بھی کر دیا گیا ہے لہٰذا میں
گریز نہ کروں گا اور مرضی خدا پر راضی ہو کر یہ زہر آلود انگور کھاؤنگا
اور یہ آب انار پی لوں گا۔

اے ہرثمہ! جس وقت مامون کو میری شہادت کی خبر ہوگی
وہ میرے غسل و کفن کا اہتمام اپنے پاس سے کرنا چاہے گا اور
اپنا یہ ظاہری خلوص دکھا کر میرے قتل کے الزام سے اپنے کو
بچانے کی کوشش کرے گا لہٰذا تم اس کو تنہائی میں میرا یہ
پیغام پہنچا دینا کہ اگر تو میرے ان امور میں دخل دے گا تو خدا
ذرا بھی تجھے مہلت نہ دے گا اور جو عذاب تجھ کو میرے قتل کے
متعلق آخرت میں ملنے والا ہے وہ یہیں دنیا میں تجھ پر نازل
ہو جائے گا۔ اے ہرثمہ میرے مرنے کے بعد تم بھی میرے
غسل و کفن میں فوراً مشغول نہ ہو جانا بلکہ یہاں تک انتظار کرنا
کہ اس سفید خیمہ سے کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں پھر
تم میری لاش کو وہاں رکھ کر فوراً اس خیمہ سے باہر چلے آنا اور

ہمراہ عراق جاکر اپنے اہل وعیال سے ایک مدت کے بعد ملوں گا نہایت خوش تھا لیکن آپ کا ارشاد سن کر میری تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ فرمایا تم مت گھبراؤ۔ تم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ جو کچھ میں نے کہا صرف میری ہی ذات سے متعلق ہے۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ امام موسیٰ رضا علیہ السلام نے اپنی وفات سے دو روز پہلے مجھے آدھی رات گزرنے کے بعد بلا بھیجا۔ جب میں وہاں پہنچا تو آپ کو صحن خانہ میں رنجیدہ بیٹھا ہوا پایا میں سلام کرکے ایک طرف بیٹھ گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ ہرثمہ! میری عمر تمام ہوگئی اور موت کا وقت نزدیک آگیا۔ اب میں بہت جلد اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والا اور اپنے آبائے طاہرین سے ملنے والا ہوں۔ اے ہرثمہ!۔ اس باغی (مامون) نے پورا ارادہ کرلیا ہے کہ انگور اور انار کے دانوں میں مجھے زہر دیا جائے۔ صورت اس کی یہ ہوگی کہ ایک تاگے کو زہر ہلاہل میں ڈبو کر سوئی میں پرو دیا جائے گا اور انگور کے دانے کئی بار ایسے ڈورے میں پرو دیئے جائیں گے جب زہر کے اندر اچھی طرح اثر کر جائے گا تب ان کو میرے پاس بھیجا جائے گا۔ انار دانوں کے متعلق یہ ترکیب ہوگی کہ مامون کے ملازم زہر کو

وہ مجھے اپنے باپ کی پشت پر مشرق کی طرف دفن کرے لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہو گی کتنا ہی کھودیں گے قبر وہاں نہ کھدے گی۔ اُس وقت تم مامون سے کہہ دینا کہ یہ جگہ میری قبر کی نہیں ہے۔ بلکہ ہارون کی قبر کے آگے پچھم کی طرف بڑھ کر کھودو۔ مامون میرے اس پیام کو مان لے گا۔ اور مقام مذکور پر قبر کھداوے گا تھوڑی سی مٹی ہٹانے کے بعد میری قبر کھدی کھدائی نکل آئے گی۔ مگر تم لوگ میرے دفن کرنے میں جلدی نہ کرنا۔ تھوڑی دیر توقف کرنا۔ قبر سے پانی نمودار ہوگا اور اُس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ظاہر ہوں گی۔ پھر ایک بڑی مچھلی پیدا ہوکر ان سب کو کھا جائے گی اور کچھ دیر بعد وہ بڑی مچھلی تمھاری نظر سے غائب ہو جائے گی۔ پانی زمین میں جذب ہو جائے گا۔ اس وقت تم مجھے قبر میں اُتارنا۔ میری قبر خود بخود بند ہو جائے گی۔

ہرثمہ کہتے ہیں امام علیہ السلام کی یہ وصیتیں سن کر میں حد درجہ ملول ہوا اور عرض کرنے لگا حضور نے جیسا فرمایا ہے ویسا ہی کیا جائے گا۔ اس کے بعد میں اپنے گھر واپس آیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ مامون کا ملازم مجھے بلانے آگیا۔ میں فوراً حاضر ہوا اس نے کہا بہت جلد امام رضا علیہ السلام کو بلا لاؤ اور میری جانب سے

خبردار کسی روزن وغیرہ کے ذریعہ سے ان اسرار کو معلوم کرنے کی جرأت نہ کرنا ورنہ تمھارے لیے ہلاکت کا باعث ہوگا۔

جب ان امور سے فراغت ہو جائے گی تو مامون تم سے تعریضاً کہے گا کیا شیعوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ امام کو امام ہی غسل دیتا ہے۔ پس بتاؤ یہاں تمھارے امام کو کس نے غسل دیا کیونکہ امام رضا علیہ السلام کے فرزند تو مدینہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ تم اس کے جواب میں کہنا کہ بیشک شیعوں کا یہی عقیدہ ہے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو لیکن کوئی دنیا کا ظالم ترس انسان رکاوٹ پیدا کرے تو مجبوری ہے لیکن اس کی مخالفت سے ان کی امامت میں فرق نہیں آتا۔ اگر امام رضا علیہ السلام مدینہ میں انتقال فرماتے تو بھی انھیں امام محمد تقی علیہ السلام ہی غسل دیتے اور اب اگر طوس میں انتقال فرمایا ہے تو بھی انشاء اللہ وہی غسل دیں گے مگر مخفی طریقہ سے۔

اے ہرثمہ! جب خیمہ میں میری لاش رکھی ہو تو اس کے اندر اس وقت جانا جب خود بخود اس کا دروازہ کھُل جائے۔ میری لاش کو تم غسل و کفن دیا ہوا پاؤ گے اس کے بعد میرے جنازہ کو قبرستان میں لے جانا وہاں مامون کی تجویز یہ ہوگی کہ

نصیب کرے ۔ لیکن اس میں سے بھی تو چند دانے کھائیے ۔ حضرتؑ نے فرمایا میں تو ان میں سے ایک دانہ بھی نہ کھاؤں گا ۔ اُس نے پوچھا کیوں ؟ فرمایا میرا دل نہیں چاہتا ۔ اُس نے کہا یا ابن رسول اللہؐ باوجودیکہ مجھے آپ سے حد درجہ خلوص ہے لیکن آپ کا شبہہ میری طرف سے دور نہیں ہوتا ۔ اگر آپ کو میری طرف سے کوئی بدگمانی ہے تو لیجئے میں بھی کھاتا ہوں ۔ یہ کہہ کر اس خوشہ میں سے وہ مخصوص دانے کھانا شروع کئے جو زہر سے محفوظ تھے ۔ امام علیہ السلام نے مجبور ہو کر کل تین دانے اس میں سے تناول فرمائے ۔ کھاتے ہی آپ کو زہر کا اثر محسوس ہوا ۔ فوراً وہ خوشہ دست مبارک سے پھینک دیا اور ردائے مبارک سر پر ڈال وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ مامون نے پوچھا آپ کہاں جاتے ہیں ۔ فرمایا جہاں تم بھیجنا چاہتے ہو ۔ یہ کہہ کر آپ باہر چلے آئے ۔

ہرثمہ کہتے ہیں میں قریب شام جو امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے گرد طبیبوں کا ہجوم پایا وہ اپنی اپنی تجویزیں بیان کر رہے تھے اور قیاسات سے کام لے رہے تھے میں باوجودیکہ حقیقت حال سے پوری طرح واقف تھا مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکال سکتا تھا آخر نہایت رنجیدہ و ملول وہاں سے اپنے گھر کو

کہو تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے آئیے۔ اگر آپ نہ آئیں گے تو میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔

۲۹۔ امام علیہ السلام کی شہادت

ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں مامون کا یہ پیغام لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا آپ بے تامل اُٹھ کھڑے ہوئے اور راستہ میں مجھ سے فرمایا۔ رات جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے اسے بھول نہ جانا دیکھو جن معاملات کا میں نے ذکر کیا تھا یہ اس کی ابتدا ہے۔ لیکن ہم مرضی خدا پر راضی و خوشنود ہیں۔

مامون آپ کے انتظار ہی میں بیٹھا تھا آتا ہوا دیکھ کر تعظیم کو کھڑا ہو گیا اور دست بوسی کے بعد تخت پر اپنے پہلو میں جگہ دی۔ اس کے سامنے طشت میں ایک انگور کا خوشہ رکھا ہوا تھا جو پہلے زہر آلود کر لیا گیا تھا چند دانے زہر سے علیحدہ رکھے گئے تھے۔ اس خوشہ کو حضرتؑ کے سامنے بڑھا کر کہا یہ انگور نہایت ہی اعلیٰ قسم کے ہیں ان کو تناول فرمائیے۔ میں نے آج تک ایسے لذیذ انگور نہیں کھائے۔ حضرتؑ نے مسکرا کر فرمایا " انشاءاللہ بہشت میں اس سے زیادہ لذیذ تر ہوں گے۔ مامون نے کہا خدا ہم اور آپ دونوں کو

گر پڑا اسی عالم میں برابر یہ کہے چلا جا رہا تھا مامون پر حضرت رسول خدا کی لعنت ہو۔ حضرت علیؑ کی لعنت ہو۔ حضرت فاطمہؑ کی لعنت ہو۔ حضرت امام حسنؑ کی لعنت ہو۔ حضرت امام حسینؑ کی لعنت ہو۔ حضرت امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ اور امام موسی کاظمؑ اور امام موسی رضا کی لعنت ہو۔ میں یہ عالم دیکھ کر حد درجہ خائف ہو گیا اور ایک گوشہ میں جا چھپا مامون کے ملازم اسے اٹھا کر مکان کے اندر لے گئے۔ جب اس کی بیتابی میں ذرا سی کمی ہوئی تو مجھے پھر بلا بھیجا اور گھبرا کر کہنے لگا۔ "دیکھ ان باتوں کا ہرگز ہرگز کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا ورنہ میں تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔ میں نے ڈر کر کہا کیا مجال کہ ایک حرف بھی زبان پر آ لائے۔ اگر ایسا ہو تو میرا خون آپ پر حلال ہے۔

(لمعۃ البیضا فی عمدۃ اخبار الرضا مطبوعہ نول کشور پریس لاہور)

آپ انار کے متعلق روضۃ الصفا میں یہ روایت لکھی ہے کہ ایک روز مامون نے امام علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی۔ مامون نے بھی مصنوعی طور پر اپنی بیماری کا اظہار کیا عبداللہ بن بشیر کا بیان ہے کہ اس ... نے مجھے حکم دیا تھا کہ آج سے اس بات کا

واپس آیا۔ رات کے نو دس بجے ہوں گے کہ امام علیہ السلام کے انتقال کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ میں بیتاب ہو کر سر و پا برہنہ کاشانۂ امامت کی طرف دوڑا دیکھا کہ مامون صحن خانہ میں کھڑا رو رہا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوئی اور پھوٹ پھوٹ کر تا دیر روتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو مامون نے غسل و کفن کا انتظام کرنا چاہا میں نے اسے خلوت میں لیجا کر امام کا پیغام سنا دیا۔ اس وقت اس کی بدحواسی کا ایک عجیب عالم تھا چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں مجھ سے کہنے لگا اچھا تو جس طرح امام نے فرمایا ہے ویسا کرو۔ اس کے بعد وہ تمام واقعات پیش آئے جو امام علیہ السلام نے اپنی زبان سے ارشاد فرمائے تھے۔

جب تمام باتوں سے فراغت ہو گئی تو مامون نے مجھے تنہائی میں بلا کر کہا میں تجھے شرعی قسم دلا کر کہتا ہوں کہ جو باتیں تو نے امام علیہ السلام کی زبانی مجھ سے کہی ہیں ہرگز ہرگز کسی دوسرے کے سامنے نہ کہنا۔ کیا غسل و کفن کے علاوہ تجھ سے امام نے کوئی اور بات بھی کہی تھی۔ میں نے انگوروں کے زہر آلود کرنے کا سارا قصہ بیان کر دیا۔ اب تو مامون کی عجیب حالت تھی چہرہ کا رنگ اڑ گیا تھا اور بدن تھر تھر کانپ رہا تھا آخر بیہوش ہو کر زمین پر

پانی ہے کر آیا مامون نے اپنے سامنے بلکہ اپنے ہاتھ سے وہ عرق حضرتؑ کو پلا دیا۔ وہی آپ کی شہادت کا باعث ہوا۔ یہ واقعہ روز دوشنبہ ساتویں شوال ۲۰۳ھ کا ہے۔

اگرچہ مختلف یہ دو روایتیں ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ مامون نے پہلے انگور کھلائے ہوں اور پھر یہ زہر آلود آب انار پلایا ہو۔

مامون کیسا غدار اور ظالم شخص تھا۔ امام رضا علیہ السلام جیسے مقدس انسان کی جان لینے میں اُسے ذرا تامل نہ ہوا۔ باوجودیکہ اس کو اچھی طرح ثابت ہو گیا تھا کہ امام علیہ السلام کو سلطنتی معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ولی عہدی بھی کس کراہت سے منظور کی تھی لیکن اس پر بھی ظالم مامون ان کے قتل کا درپے ہی رہا اور آخر اس امام غریب کو بغیر زہر دیے نہ رہا۔ امام حسین علیہ السلام کی کھلم کھلا شہادت کے سبب سے چونکہ بنی امیہ پر عظیم الشان مصیبتیں نازل ہوئی تھیں لہذا عباسی بادشاہوں نے اس نے یہ سبق حاصل کیا کہ بجائے کھلم کھلا قتل کرنے کے خفیہ طور پر زہر سے ہلاک کرنا شروع کیا تاکہ ان کا قاتل ہونا کسی پر ثابت نہ ہو لیکن جب معمولی انسانوں کا قاتل نہیں چھپتا تو ایسی برگزیدہ ہستیوں کے قاتل کہاں چھپتے ہیں۔ مامون نے اگرچہ یہ تمام کارروائیاں

خیال رکھنا کہ حجامت کے بعد اپنے ہاتھوں کے ناخن نہ ترشوانا میں نے اس حکم کی تعمیل میں کئی حجامتوں تک اپنے ناخن نہ ترشوائے اور وہ اپنی حد سے بہت زیادہ بڑھ گئے۔ جس روز امام علیہ السلام کی علالت کا واقعہ پیش آیا ہے اس سے ایک روز بعد مامون نے مجھے خلوت میں بلایا اور ایک چیز تمر ہند (املی) جیسی دے کر کہا اسے اپنے ہاتھوں سے خوب ملو اور خمیر کی طرح گوندھو۔ خبردار کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ مجھ سے یہ کہہ کر وہ امام علیہ السلام کی عیادت کے لیے چلا گیا اور حضرتؑ کی مزاج پرسی کے بعد اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ کیا شاہی طبیبوں میں سے کوئی طبیب موجود نہیں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا اس وقت تو کوئی نہیں ہے۔ یہ سن کر مامون اپنے ملازموں پر بہت برہم ہوا اور کہنے لگا آپ کے علاج میں اسقدر غفلت کیوں کی جا رہی ہے۔ پھر حضرتؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا آپ اس وقت آب انار ضرور نوش فرمائیں ابھی حضرتؑ نے کوئی جواب نہ دیا تھا کہ اس نے فوراً ایک آدمی بھیج کر عبداللہ بن بشیر کو بلا بھیجا جب وہ آیا تو کہنے لگا ابھی اپنے ہاتھ سے اناروں کو نچوڑ کر آب انار لاؤ۔ عبداللہ کہتا ہے میں نے انھیں زہر آلود ہاتھوں سے انار کے دانے نچوڑے اور ایک کٹورے میں وہ زہر سے ملا ہوا

باب دوم

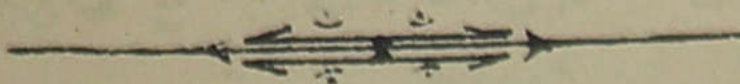
فضائل و مناقب

۱۔ علم

امام رضا علیہ السلام کا علم بھی دیگر ائمہ کی طرح وہبی تھا اور ہمیشہ لوگ اس سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے۔ حضرتؑ کو بہ نسبت اور ائمہ کے اپنے علوم کے اظہار و ترویج کے زیادہ موقعے ملتے رہے۔ جب تک آپ دارالحکومت مروؔ میں مامون کے پاس مقیم رہے بڑے بڑے علما و فضلا سے آپ کی علمی استعداد کی جانچ کرائی گئی۔ مسلمان علما، یہود و نصاریٰ سے بھی آپ کا مقابلہ کرایا گیا مگر ان تمام مناظروں اور مباحثوں میں حضرتؑ ہی کو غلبہ حاصل رہا۔ مامون خود بہت بڑا عالم تھا لیکن آپ کے علم و فضل کا لوہا وہ بھی

خفیہ کی تھیں اور بظاہر حضرت کی زندگی میں بھی اور حضرتؑ کے انتقال کے بعد بھی اپنے خلوص و ہمدردی کا اظہار کرتا رہا تھا لیکن معصوم امام کے قتل کا دھبہ اس کے دامن سے مٹ کہاں سکتا تھا۔

بہت جلد تمام دنیا کو معلوم ہو گیا کہ امام رضا علیہ السلام کا قاتل مامون ہے اگرچہ حضرتؑ ایک سال تک اس کے ولی عہد رہے لیکن اس دوران میں ایک دن بھی آپ نے بادشاہ کی خاطر یا سلطنت کے دباؤ سے کوئی کام ایسا نہ کیا جو خدا و رسولؐ کے حکم کے خلاف ہوتا۔ آپ نے اپنے طرز عمل سے یہ واضح کر دیا کہ اہلبیت رسولؐ سلطنت دنیا کو ہیچ سمجھتے ہیں وہ کبھی مال دنیا کی طمع خلاف مرضی الٰہی کوئی کام نہیں کرتے۔ وہ عدل و انصاف کی حکومت قائم کرنے والے ہیں نہ کہ ظلم و جور کی۔ مامون چونکہ دنیا اور دولت کا بندہ تھا اس لیے وہ برگزیدہ بندوں کے نفسانی کمالات کی کیا قدر کر سکتا تھا۔



ایک روز فرمایا کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو مع علی مرتضیٰ کے ایک رات خواب میں یہ فرماتے سنا۔ تمھارا فرزند علی رضا نورِ خدا سے دیکھتا اور حکمت خدا سے بولتا ہے اس کے اقوال و افعال سب درست ہیں خطا کو ان میں دخل نہیں۔ جہالت اس سے دور ہے اور وہ از سرتا پا علم و حکمت سے معمور ہے۔

ابوالصلت سے مروی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے بیٹوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمھارے بھائی علی رضا علیہ السلام آلِ محمدؐ ہیں۔

ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس نے کوئی مسئلہ امام علیہ السلام سے پوچھا ہو اور آپ نے اس کا تسلی بخش جواب نہ دیا ہو۔ ابتدائے عالم سے اس وقت تک کے حالات کا جاننے والا میں نے آپ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ مامون ہر قسم کے سوال کر کے آپ کو آزماتا تھا مگر آپ اس کی ہر بات کا ایسا مدلل جواب دیتے تھے کہ وہ خاموش ہو کر رہ جاتا تھا آپ کے تمام جوابات کلامِ الٰہی سے ماخوذ ہوتے تھے۔

محاضرات راغب اصفہانی میں ہے کہ روئے زمین پر کبھی ایسے سات شخص متواتر نہیں گزرے جن کے اقوال خاص و عام کے

سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں آپ تو علم کے ناپیدا کنار دریا ہیں۔

صواعق محرقہ میں ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام اپنی جلالت قدر اور اپنے علم و فضل میں شہرۂ آفاق تھے۔ مامون آپ کو اپنی روح کے مانند سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی بیٹی[۱] کا نکاح حضرتؑ سے کر دیا اور اپنا ولی عہد بنا لیا۔ وہ اکثر علمائے ادیان اور فقہائے شریعت کو امام علیہ السلام سے علمی مناظرے کرنے کو بلایا کرتا تھا اور حضرتؑ ہمیشہ ان پر غالب رہتے تھے۔

جب تک حضرت مدینۂ منورہ میں رہے وہاں کے تمام علما جب کسی علمی مسئلہ میں عاجز آتے تھے تو حضرتؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ اپنے مدلل جوابوں سے ان کی تسلّی کر دیتے تھے۔

ابو الصلت عبد السلام بن صالح الہروی کہا کرتے تھے کہ امام رضا علیہ السلام سے زیادہ عالم کوئی شخص میری نظر سے نہیں گزرا اور مجھ پر موقوف نہیں جو کوئی آپ سے ملاقات کو آتا تھا آپ کی اعلمیت کا اقرار کئے بغیر نہ رہتا تھا۔

شواہد النبوۃ میں ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے

[۱] تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ مامون نے اپنی بیٹی ام حبیبہ کا عقد امام رضا علیہ السلام سے کیا تھا۔

ایک روز فرمایا کہ میں نے جناب رسول خدا کو مع علی مرتضیٰ کے ایک رات خواب میں یہ فرماتے سنا۔ تمہارا فرزند علی رضا نور خدا سے دیکھتا اور حکمت خدا سے بولتا ہے اس کے اقوال و افعال سب درست ہیں خطا کو ان میں دخل نہیں۔ جہالت اس سے دور ہے اور وہ از سرتاپا علم و حکمت سے معمور ہے۔

ابوالصلت سے مروی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے بیٹوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی علی رضا علیہ السلام آل محمدؐ ہیں۔

ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس نے کوئی مسئلہ امام علیہ السلام سے پوچھا ہو اور آپ نے اس کا تسلی بخش جواب نہ دیا ہو۔ ابتدائے عالم سے اس وقت تک کے حالات کا جاننے والا میں نے آپ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ مامون ہر قسم کے سوال کر کے آپ کو آزماتا تھا مگر آپ اس کی ہر بات کا ایسا مدلل جواب دیتے تھے کہ وہ خاموش ہو کر رہ جاتا تھا آپ کے تمام جوابات کلام الٰہی سے ماخوذ ہوتے تھے۔

محاضرات راغب اصفہانی میں ہے کہ روئے زمین پر کبھی ایسے سات شخص متواتر نہیں گزرے جن کے اقوال خاص و عام کے

سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں آپ تو علم کے ناپیدا کنار دریا ہیں۔

صواعق محرقہ میں ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام اپنی جلالت قدر اور اپنے علم و فضل میں شہرۂ آفاق تھے۔ مامون آپ کو اپنی روح کے مانند سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی بیٹی[1] کا نکاح حضرتؑ سے کر دیا اور اپنا ولی عہد بنا لیا۔ وہ اکثر علمائے ادیان اور فقہائے شریعت کو امام علیہ السلام سے علمی مناظرے کرنے کو بلایا کرتا تھا اور حضرتؑ ہمیشہ ان پر غالب رہتے تھے۔ جب تک حضرت مدینۂ منورہ میں رہے وہاں کے تمام علما جب کسی علمی مسئلہ میں عاجز آتے تھے تو حضرتؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ اپنے مدلل جوابوں سے ان کی تسلّی کر دیتے تھے۔

ابو الصلت عبد السلام بن صالح الہروی کہا کرتے تھے کہ امام رضا علیہ السلام سے زیادہ عالم کوئی شخص میری نظر سے نہیں گزرا اور مجھ پر موقوف نہیں جو کوئی آپ سے ملاقات کو آتا تھا آپ کی اعلمیت کا اقرار کئے بغیر نہ رہتا تھا۔

شواہد النبوۃ میں ہے کہ جناب امام موسی کاظم علیہ السلام نے

[1] تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ مامون نے اپنی بیٹی ام حبیبہ کا عقد امام رضا علیہ السلام سے کیا تھا۔

فضل و شرف کے معترف ہوں۔ اس زمانہ میں دار الخلافہ مرو آئے دن کے مناظروں اور مباحثوں سے ایک بہت بڑا علمی مرکز بن گیا تھا۔ دور دور سے مسلم اور غیر مسلم علماء برابر آتے رہتے تھے۔ لیکن الحمد للہ کہ امام علیہ السلام کے مقابل ہر ایک کو نیچا دیکھنا پڑتا تھا۔

ایک زندیق سے مناظرہ

عبداللہ خراسانی خادم امام رضا علیہ السلام کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک منکر خدا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔

زندیق۔ مجھے بتائیے کہ آپ کا خدا کیسا ہے اور کہاں ہے؟

امام۔ یہ کیسا لغو سوال تو نے کیا کہاں اور کیسا تو مخلوق کی صفت ہے نہ کہ خالق کی۔ وہ جگہ اور کیفیت کا بنانے والا اور پیدا کرنے والا ہے پھر ان چیزوں کا اس سے کیا تعلق۔ وہ ایسی ذات نہیں کہ کوئی شخص حواس خمسہ سے اس کا ادراک کر سکے کسی شے پر اس کا قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔

زندیق۔ تو پھر یوں کہیے کہ خدا کوئی چیز ہی نہیں کیونکہ جب وہ حواس خمسہ سے محسوس نہیں ہوتا اور کسی چیز پر اس کا قیاس

نزدیک ایسے معتبر اور مقبول ہوئے ہوں جیسے امام رضا علیہ السلام اور ان سے پہلے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام - امام جعفر صادق علیہ السلام امام محمد باقر علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کے اقوال واحادیث ہوتے ہیں -

محمد عیسیٰ الیقطینی ناقل ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا تو میں نے وہ مسائل جن کے جوابات آپ کی خدمت سے حاصل کئے تھے جمع کرنے شروع کئے - ان کا شمار کیا گیا تو مجموعی تعداد اٹھارہ ہزار تھی -

۲- غیر اقوام کے علما سے مباحثے اور مناظرے

غیر اقوام کے علما سے جو مباحثے اور مناظرے ہوئے ان کا خاص سبب مامون تھا - وہ خود علمی جلسوں کا دلدادہ اور علوم کا شیدائی تھا - پہلے تو اس نے خود سیکڑوں علمی مسئلے دریافت کرکے آزمائش کی اور جب حضرتؑ کی قابلیت کا سکہ اچھی طرح اس کے دل پر بیٹھ گیا تو پھر اس نے دیگر علما، و فضلا کو بلا بلا کر حضرتؑ سے مباحثے کرائے تاکہ اس کی طرح دوسرے لوگ بھی حضرتؑ کے

فضل و شرف کے معترف ہوں۔ اس زمانہ میں دار الخلافہ مرو آئے دن کے مناظروں اور مباحثوں سے ایک بہت بڑا علمی مرکز بن گیا تھا۔ دور دور سے مسلم اور غیر مسلم علماء برابر آتے رہتے تھے۔ لیکن الحمد للہ کہ امام علیہ السلام کے مقابل ہر ایک کو نیچا دیکھنا پڑتا تھا۔

ایک زندیق سے مناظرہ

عبداللہ خراسانی خادم امام رضا علیہ السلام کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک منکر خدا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔

زندیق۔ مجھے بتائیے کہ آپ کا خدا کیسا ہے اور کہاں ہے؟

امام۔ یہ کیسا لغو سوال تو نے کیا کہاں اور کیسا تو مخلوق کی صفت ہے نہ کہ خالق کی۔ وہ جگہ اور کیفیت کا بنانے والا اور پیدا کرنے والا ہے پھر ان چیزوں کا اس سے کیا تعلق۔ وہ ایسی ذات نہیں کہ کوئی شخص حواس خمسہ سے اس کا ادراک کر سکے۔ کسی شے پر اس کا قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔

زندیق۔ تو پھر یوں کہئے کہ خدا کوئی چیز ہی نہیں کیونکہ جب وہ حواس خمسہ سے محسوس نہیں ہوتا اور کسی چیز پر اس کا قیاس

نزدیک ایسے معتبر اور مقبول ہوئے ہوں جیسے امام رضا علیہ السلام اور ان سے پہلے امام موسی کاظم علیہ السلام ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام امام محمد باقر علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کے اقوال واحادیث ہوتے ہیں ۔

محمد عیسیٰ الیقطینی ناقل ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا تو میں نے وہ مسائل جن کے جوابات آپ کی خدمت سے حاصل کئے تھے جمع کرنے شروع کئے ۔ ان کا شمار کیا گیا تو مجموعی تعداد اٹھارہ ہزار تھی ۔

۲۔ غیر اقوام کے علما سے مباحثے اور مناظرے

غیر اقوام کے علما سے جو مباحثے اور مناظرے ہوئے ان کا خاص سبب مامون تھا ۔ وہ خود علمی جلسوں کا دلدادہ اور علوم کا شیدائی تھا ۔ پہلے تو اس نے خود سیکڑوں علمی مسئلے دریافت کرکے آزمائش کی اور جب حضرتؑ کی قابلیت کا سکہ اچھی طرح اس کے دل پر بیٹھ گیا تو پھر اس نے دیگر علما ، و فضلا کو بلا بلا کر حضرتؑ سے مباحثے کرائے تاکہ اس کی طرح دوسرے لوگ بھی حضرتؑ کے

چلنا، چاند، سورج اور ستاروں کا ایک قاعدہ سے چلنا،
اور اپنی مقررہ حرکت کے مطابق ہمیشہ متحرک رہنا وغیرہ وغیرہ
کیا یہ سب چیزیں کسی صانع حکیم کے وجود کی دلیل نہیں ہیں۔
زندیق۔ اگر وہ ہے تو پھر آنکھ سے دکھائی کیوں نہیں دیتا۔
امام۔ آنکھ سے وہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں جو اس کی مخلوق ہیں اگر
وہ بھی آنکھ سے دکھائی دینے لگے تو پھر اس میں اور مخلوق میں
فرق ہی کیا رہے وہ تو ایسی ذات ہے کہ نہ کوئی آنکھ اس کو
دیکھ سکتی ہے اور نہ عقل و وہم کی اس تک رسائی ہے۔
زندیق۔ اس کی جگہ کہاں ہے؟
امام۔ وہ کسی جگہ میں محدود نہیں۔ محدود ہونا مخلوق کی شان ہے
نہ کہ خالق کی وہ مکان و مکانات کا خالق ہے نہ کہ خود کسی
مکان میں محدود ہونے والا محدود چیز میں کمی و بیشی ہوتی ہے
اور اس کی ذات زیادتی و نقصان سے بری ہے۔ وہ کسی
چیز سے مل کر نہیں بنا۔ وہ سنتا ہے مگر بغیر کان کے وہ
دیکھتا ہے مگر بغیر آنکھ کے۔
زندیق (تعجب سے) یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ سنے اور کان نہ ہوں
وہ دیکھے اور آنکھ نہ ہو۔ اگر اس نے یہ رنگ برنگ کی چیزیں

بھی نہیں کیا جا سکتا تو پھر آپ ہی بتائیے وہ ہوا کیا؟

امام۔ تم حواس سے محسوس نہ ہونے کی بنا پر انکار کرتے ہو اور ہم اسی وجہ سے اس کو خدا مانتے ہیں۔ اگر وہ محسوس ہوتا تو پھر ہم ہی جیسا وہ بھی مخلوق ہو جاتا اس کا محسوس نہ ہونا ہمارے عجز و قصور اور اس کے کمال کی دلیل ہے۔

زندیق۔ اچھا یہ تو بتائیے وہ ہے کب سے؟

امام۔ تم یہ بتاؤ وہ کب نہ تھا۔

زندیق۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ میں کیا جانوں وہ کب نہ تھا۔

امام۔ جب تجھے اس کی کبھی نہ ہونے کا علم نہیں تو یہ سوال ہی غلط ہے کہ وہ کب سے ہے۔

زندیق۔ پہلے تو یہ فرمائیے کہ اس کے وجود پر دلیل کیا ہے؟

امام۔ ایک کیا ہزاروں دلیلیں ہیں۔ اپنے جسم ہی پر غور کر لیا جائے جب ہم اس کے طول و عرض کمی اور زیادتی کسی چیز پر اپنا قابو نہیں پاتے اس کے نفع اور ضرر پر پوری قدرت نہیں رکھتے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی اور ہے۔ علاوہ اس کے آسمانوں کی گردش، بادلوں کا پیدا ہونا، ہواؤں کا

اختلاف ہے تو اس بات میں کہ مسلمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت کو مانتے ہیں اور ہم نہیں مانتے۔ لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کی موت واقع ہو چکی ہے پس جب وہ زندہ ہی نہیں تو اب ان کی نبوت کیسی۔ حضرت عیسیٰ چونکہ زندہ ہیں لہذا ان ہی کی نبوت ماننی چاہیئے اس کا یہ کلام سن کر اکثر اہل علم خاموش ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مامون کے اشارہ سے یہ شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور اس طرح تقریر کا آغاز کیا۔

جاثلیق۔ پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی کتاب پر آپ کا ایمان ہے یا نہیں۔

امامؑ:۔ میں اس عیسیٰ کی نبوت پر ایمان رکھتا ہوں جس نے حضرت محمد مصطفےٰؐ کی نبوت کی اپنے حواریوں کو بشارت دی تھی اور اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے۔ جو عیسیٰ خاتم الانبیا کی نبوت کا معترف نہیں اور جو کتاب اس کو بیان نہیں کرتی اُس پر میرا ایمان و اعتقاد نہیں۔

یہ سنتے ہی جاثلیق ٹھنڈا پڑ گیا۔ کیونکہ حضرتؑ کے اس داب نے اس کے لیے ہر طرف سے راستہ بند کر دیا۔ پھر آپ نے

بنائی ہیں تو ضرور اس کے ہاتھ بھی ہونے چاہئیں۔

امام۔ کیا تم مخلوق کا قیاس خالق پر کرتے ہو۔ کیا مخلوق کے اوصاف خالق میں تلاش کرتے ہو۔ اگر ہماری طرح وہ بھی بغیر کانوں کے نہ سن سکے اگر ہماری طرح وہ بھی بغیر آنکھوں کے نہ دیکھ سکے اگر ہماری طرح وہ بھی بغیر ہاتھوں کے کوئی کام نہ کر سکے تو ذرا سمجھو تو پھر ہم میں اور اس میں فرق ہی کیا ہوا۔ کیا تمھاری عقل یہ نہیں بتاتی کہ ہمارا خالق ایسا ہونا چاہیئے جو ہماری سی صفتیں نہ رکھتا ہو۔

راوی کہتا ہے اس کے بعد اس دہریہ نے اور بہت سے سوالات کئے حضرتؑ نے اُن سب کے تسلی بخش جواب دئے جب اُسے ہر طرح اطمینان ہو گیا اور کوئی اعتراض کا موقع نہ رہا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

ایک نصرانی عالم سے مناظرہ

جاثلیق عیسائیوں کا بہت بڑا عالم تھا اور علمائے اسلام سے اکثر مباحثے کیا کرتا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ ہم اور مسلمان دونوں حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور اُن کی کتاب کے آسمانی ہونے پر متفق ہیں اور اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں۔

ابراہیمؑ نے پرندوں کو زندہ کیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی دعا سے ستر آدمی کوہ طور پہ زندہ ہوگئے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں سے بہت سے لوگ زندہ ہوئے تو کیا تمھارے خیال میں یہ سب انبیا خدا ہونے کے مستحق ہیں۔ یہ سن کر جاثلیق خاموش ہوگیا۔ آخر کار اس نے اسلام قبول کیا۔

راس الجالوت سے مناظرہ

ایک یہودی عالم اپنے علم پر بڑا غرور رکھتا تھا اور یہودیوں کا اس کے متعلق یہ خیال تھا کہ دنیا کا کوئی عالم مناظرہ میں اس سے جیت نہیں سکتا۔ ایک روز وہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور مختلف سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ آپ برابر اُس کے ہر سوال کا جواب دے کر خاموش کرتے رہے یہ مناظرہ بہت طولانی ہے ہم بلحاظ اختصار صرف چند سوالوں کے جواب تحریر کرتے ہیں۔

امام۔ تمھارے پاس حضرت موسیٰ کے نبی ہونے کا کیا ثبوت ہے۔

راس۔ ان سے وہ امور ظاہر ہوئے جو انبیائے سابقین سے کبھی ظاہر نہ ہوئے تھے مثلاً دریائے نیل کے پانی کا شگافتہ ہوجانا

اس سے فرمایا۔

امامؑ - ہم تو اس عیسیٰ کو جس نے حضرت محمد مصطفےؐ کی نبوت کی بشارت دی نبی برحق جانتے ہیں مگر تم اس کی تنقیص کرتے ہو کہ انھیں نماز روزہ کا محتاج بناتے ہو۔

جاثلیق - میں نہیں سمجھا کہ آپ کا کیا مطلب ہے۔

امامؑ - مطلب یہ ہے کہ جب وہ تمھارے اعتقاد میں معاذاللہ خود خدا تھے تو یہ روزہ اور نماز کس کے لیے کرتے تھے۔

جاثلیق - (کچھ دیر خموشی کے بعد) لیکن یہ تو بتائیے کہ جو شخص مردوں کو زندہ کر دیتا ہو، جذامی اور نابینا کو تندرست بنا دیتا ہو کیا وہ اس لائق نہیں کہ اس کی پرستش کی جائے۔

امامؑ - یہ بات کچھ حضرت عیسیٰ ہی سے مخصوص نہ تھی بلکہ اور پیغمبروں میں بھی پائی جاتی تھی الیسع علیہ السلام پانی پر چلتے اور اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتے تھے حزقیلؑ نبی نے پینتیس ۳۵ ہزار آدمیوں کو ساٹھ برس بعد زندہ کیا تھا۔ حضرت

قوم بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے گھر چھوڑ کر نکل بھاگے تھے خدا نے دم بھر میں ان سب کو مار ڈالا۔ بہت دنوں کے بعد ایک نبی اُن گلی سڑی ہڈیوں کی طرف سے گزرے۔ خدا نے ان پر وحی کی کہ انھیں آواز دو۔ اُنھوں نے کہا

شگافتہ کیا نہ کسی پتھر سے چشمہ نکالا۔ نہ اُن کا ہاتھ روشن بنا۔
نہ عصا سانپ بن کر چلا۔

راس۔ نہیں، میرا مطلب یہ ہے کہ جب کسی سے ایسے امور ظاہر ہوں جن کو بجا لانے سے عام لوگ قاصر ہوں خواہ وہ بعینہ ایسے ہوں یا نہ ہوں۔ تو ہم پر نبوت کی تصدیق واجب ہو جائے گی۔

امامؑ۔ اگر یہ بات ہے تو پھر تم لوگ حضرت عیسیٰ کو نبی کیوں نہیں مانتے وہ بھی تو مردوں کو زندہ کرتے، اندھوں اور مبروصوں اور جذامیوں کو شفا بخشتے اور مٹی کی چڑیا میں پھونک مار کر پرندہ بنا دیتے تھے۔

راس۔ ہم نے ایسا کرتے انھیں اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ لوگ کہتے ہیں۔

امامؑ۔ تو کیا حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو تم نے بچشم خود دیکھا تھا۔ آخر وہ بھی تو اور لوگوں کی زبانی ہی سنا ہو گا۔

راس الجالوت یہ سن کر خاموش ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا امام علیہ السلام نے فرمایا بس اسی طرح تم کو حضرت محمد مصطفےٰ کی نبوت کا بھی اقرار کرنا چاہیئے کیونکہ آپ سے

عصا کا سانپ بن جانا پتھر سے بارہ چشموں کا پھوٹ نکلنا۔
ید بیضا وغیرہ۔

امامؑ۔ تو سچ کہتا ہے۔ تیرے قول سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کو ایسے امور کا اظہار ضروری ہے جن کا اظہار دوسروں سے ممکن نہ ہو۔

راس۔ بیشک۔

امامؑ۔ تو پھر یہ بات ضرور ہوئی کہ جو کوئی بھی ایسے امور کا اظہار کرے اُس کی نبوت کی تصدیق کی جائے۔

راس۔ نہیں۔

امامؑ۔ کیوں۔

راس۔ ان معجزات کے علاوہ موسیٰ علیہ السلام کو خدا سے وہ قربت بھی تو تھی جو کسی اور کو نہ تھی۔ پس جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات وکرامات ہم کو نہ دکھائے ہم اُس کی نبوت کا اقرار نہیں کر سکتے۔

امامؑ۔ اچھا یہ تو بتاؤ تم موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی کسی نبی کو مانتے ہو۔

راس۔ مانتے ہیں۔

امامؑ۔ لیکن یہ کیونکر صحیح ہے۔ ان سے پہلے تو نہ کسی نبی نے دریا

شگافتہ کیا نہ کسی پتھر سے چشمہ نکالا۔ نہ اُن کا ہاتھ روشن بنا۔ نہ عصا سانپ بن کر چلا۔

راس۔ نہیں، میرا مطلب یہ ہے کہ جب کسی سے ایسے امور ظاہر ہوں جن کو بجا لانے سے عام لوگ قاصر ہوں خواہ وہ بعینہ ایسے ہوں یا نہ ہوں۔ تو ہم پر نبوت کی تصدیق واجب ہو جائے گی۔

امامؑ۔ اگر یہ بات ہے تو پھر تم لوگ حضرت عیسیٰ کو نبی کیوں نہیں مانتے وہ بھی تو مردوں کو زندہ کرتے، اندھوں اور مبروصوں اور جذامیوں کو شفا بخشتے اور مٹی کی چڑیا میں پھونک مار کر پرندہ بنا دیتے تھے۔

راس۔ ہم نے ایسا کرتے انھیں اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ لوگ کہتے ہیں۔

امامؑ۔ تو کیا حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو تم نے بچشم خود دیکھا تھا۔ آخر وہ بھی تو اور لوگوں کی زبانی ہی سنا ہو گا۔

راس الجالوت یہ سن کر خاموش ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا امام علیہ السلام نے فرمایا بس اسی طرح تم کو حضرت محمد مصطفیٰ کی نبوت کا بھی اقرار کرنا چاہیئے کیونکہ آپ سے

عصا کا سانپ بن جانا پتھر سے بارہ چشموں کا پھوٹ نکلنا۔ ید بیضا وغیرہ۔

امامؑ۔ تو سچ کہتا ہے۔ تیرے قول سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کو ایسے امور کا اظہار ضروری ہے جن کا اظہار دوسروں سے ممکن نہ ہو۔

راس۔ بیشک۔

امامؑ۔ تو پھر یہ بات ضرور ہوئی کہ جو کوئی بھی ایسے امور کا اظہار کرے اُس کی نبوت کی تصدیق کی جائے۔

راس۔ نہیں۔

امامؑ۔ کیوں۔

راس۔ ان معجزات کے علاوہ موسیٰ علیہ السلام کو خدا سے وہ قربت بھی تو تھی جو کسی اور کو نہ تھی۔ پس جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات و کرامات ہم کو نہ دکھلائے ہم اُس کی نبوت کا اقرار نہیں کر سکتے۔

امامؑ۔ اچھا یہ تو بتاؤ تم موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی کسی نبی کو مانتے ہو۔

راس۔ مانتے ہیں۔

امامؑ۔ لیکن یہ کیونکر صحیح ہے۔ ان سے پہلے تو نہ کسی نبی نے دریا کو

پہلے کسی نے نہ بتائی تھیں۔ انھوں نے ہمارے لیے وہ امور
مباح کئے جو پہلے کسی نے نہ کیے تھے

امامؑ۔ تم نے زردشت سے یہ تعلیم خود حاصل کی تھی۔

ہربذ۔ اپنے بزرگوں سے سُنا ہے۔

امامؑ۔ پھر تم نے یہ کیونکر یقین کر لیا کہ زردشت کے سوا اور کسی نے
اچھی باتیں بیان ہی نہیں کیں۔

ہربذ۔ ایسا ہی سنتے چلے آئے ہیں۔

امامؑ۔ مگر یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا انبیائے سابقین میں سے
کسی کی نسبت آج تک تم نے کوئی ذکر سنا ہی نہیں؟

ہربذ۔ سنا کیوں نہیں۔

امامؑ۔ پھر تم ان کے فضائل و کمالات کی تصدیق کیوں نہیں کرتے۔
یہ سن کر وہ ایسا سٹ پٹایا کہ فوراً حضرت کے سامنے سے
اٹھ کر چلا گیا۔

ایک سنّی عالم سے مناظرہ

تاریخ طبری میں ہے کہ ایک بار
کچھ لوگ مامون کی مجلس میں
خاص اس غرض سے جمع ہوئے کہ امام رضا علیہ السلام سے
امامت کے بارہ میں مناظرہ کریں انھوں نے یحییٰ بن ضحاک کو

بھی بے شمار معجزات ظہور میں آئے ہیں۔ باوجودیکہ آپ یتیم، نادار، بھیڑ بکریوں کو چرانے والے، اُجرت پر اوروں کا کام کرنے والے تھے اور پھر کسی سے آپ نے ایک حرف پڑھا لکھا بھی نہ تھا لیکن پھر بھی آپ قرآن مجید جیسی مکمل کتاب لائے جس میں انبیائے سابقین کے تمام قصے موجود ہیں۔ اس کے سوا حضرت لوگوں کے دل کا حال بتلا دیتے تھے۔ ان کے گھروں کے اندر کی چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ کر دیتے تھے۔

یہ سن کر راس الجالوت نے بے حیائی سے جواب دیا یہ سب کچھ سہی لیکن چونکہ ہمارے نزدیک عیسیٰؑ اور محمدؐ کی نبوت ثابت نہیں لہٰذا ہم ان کو نبی نہیں مان سکتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا یہ دوسری بات ہے اس کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

ایک مجوسی سے مناظرہ

ہربذ اکبر مجوسیوں کا بہت بڑا عالم تھا ایک روز امام علیہ السلام کی خدمت میں مناظرہ کی غرض سے حاضر ہوا۔

امامؑ۔ تمھارے پاس زردشت (مجوسیوں کا پیغمبر) کی نبوت کی کیا دلیل ہے۔

ہربذ۔ اُنھوں نے ہم کو ایسی ایسی عمدہ باتیں بتائیں جو اُن سے

اپنے کو خلیفۂ رسولؐ کہنا سراسر جھوٹ ہوا یا نہیں۔ درصورت
امت سے بہتر نہ ہونے کے وہ حاکم ہوئے کیسے امیر کو رعایا
سے افضل ہونا لازم ہے۔ اس کے علاوہ جو منبر پر بیٹھ کر
یہ کہے "میرے لیے ایک شیطان ہے جو مجھ پر غالب آتا ہے
وہ امام کیسے ہو سکتا ہے۔ امام وہ ہے جو شیطان سے محفوظ
ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ ایسا شخص کیونکر امیر و خلیفہ ہو سکتا
ہے جس کے ماننے والے خود یہ کہتے ہوں" ابوبکر کی بیعت
ایک جلدی کی بات تھی خدا نے اس اُمت کو اس کے
شر سے بچا لیا جو کوئی پھر ایسا کام کرے اُسے قتل کر دو"۔
مامون نے جو یہ سنا تو حاضرین سے کہا جتنے لوگ یہاں جمع
ہیں واپس جائیں میں نہ کہتا تھا کہ ان کے ساتھ مباحثہ نہ کرو یہ
علم رسولؐ کے ورثہ دار ہیں۔

عصمت انبیا کے متعلق مامون کے سوالات

اہلبیت علیہم السلام
کا مذہب یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام تمام گناہان کبیرہ اور صغیرہ
سے پاک ہوتے ہیں یعنی کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ نہ ان سے عمداً ہوتا
ہے ... نے آج تک ... شیعہ اسی پر قائم ہیں مگر سنیوں کے

جو اس زمانہ میں سنیوں کا سب سے بڑا عالم تھا حضرت سے مناظرہ کے لیے منتخب کیا۔ حضرت نے یحییٰ سے فرمایا جو کچھ تمھیں پوچھنا ہو پوچھو۔

یحییٰ۔ نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ ہی مجھ سے سوال کریں۔

امامؑ۔ اچھا اگر تمھاری یہی مرضی ہے تو میں ہی پوچھتا ہوں۔ بتاؤ تم ایسے شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہو جو اپنے لیے توراستی کا دعویٰ کرے اور سچوں کے مقابل جھوٹ بولے۔ کیا ایسا شخص سچا ہے؟ بتاؤ بلحاظ دین یہ حق پر ہے یا باطل پر۔

یحییٰ کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد مامون نے جواب کا تقاضا کیا۔ اس نے کہا اے امیر! میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ ماموں نے امام علیہ السلام سے کہا مجھے سمجھائیے کہ آپ نے یہ کیا بات پوچھی کہ یحییٰ جیسا ہمہ داں عالم خاموش ہو گیا۔ فرمایا یحییٰ بیچارہ اس بات کا کیا جواب دے سکتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ صادقوں سے جھوٹ نہیں بولا تو اس کا یہ کہنا غلط ہے۔ ابوبکر نے منبر رسولؐ پر بیٹھ کر جب اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور یہ کہہ دیا "میں تم پر حاکم تو ہوں مگر تم سے بہتر نہیں ہوں" تو پھر اس کا

نہیں دیکھا تھا لہذا ان کو دھوکا ہو گیا اور اس کی قسم پر اعتبار کر کے اس کے مرتکب ہو گئے۔ اور یہ اضطرابانہ عمل بھی حضرت آدمؑ سے قبل نبوت ہوا تھا۔ یہ کوئی گناہ کبیرہ نہ تھا جس سے مستحق جہنم ہو جاتے صرف صغائر مو ہو بہ (ترک اولیٰ یا فعل مکروہ) میں تھا جو انبیا علیہم السلام سے قبل نزول وحی جائز ہے۔ جب خدا نے ان کو اپنا نبی بنایا تو وہ معصوم تھے گناہ کبیرہ یا صغیرہ کوئی بھی ان سے صادر نہ ہوتا تھا۔

مامون۔ اچھا حضرت ابراہیمؑ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ قرآن میں صاف لفظوں میں یہ ذکر ہے فلما جن علیہ اللیلُ رائی کوکباً فقال ھذا ربی (جب تاریکی شب چھا گئی تو انھوں نے ایک ستارے کو دیکھ کر کہا کیا یہ میرا پروردگار ہے) یہ کیا کھلا ہوا شرک نہیں ہے کہ ایک ستارہ کو اپنا خدا کہہ دیا۔

امامؑ۔ تم نے اس کلام پر غور نہیں کیا یہ جملہ ھذا ربی؟ بطور استفہام ہے جس کے معنی یہ ہیں کیا یہ میرا رب ہے؟ چونکہ اس زمانہ کے لوگ ستارہ پرست تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے کان میں ان کا یہ عقیدہ پڑ چکا تھا لہذا جب غار سے نکل کر ستارے کو دیکھا تو بطور سوال یہ ارشاد فرمایا کیا یہ میرا

عقیدہ میں نبی سے گناہ ہو سکتا ہے۔ ایک روز امام رضا علیہ السلام سے اسی مسئلہ کے متعلق پوچھا۔

مامون۔ کیا آپ تمام انبیا کے معصوم ہونے کے قائل ہیں۔

امامؑ۔ بیشک۔

مامون۔ لیکن قرآن میں تو خدا آدم علیہ السلام کے متعلق یہ فرماتا ہے فعصیٰ اٰدم ربہ فغویٰ (آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ گمراہ ہو گئے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ آدم گنہگار تھے۔

امام۔ خدا کا حکم یہ تھا کہ اے آدم تم اور تمھاری بی بی دونوں بہشت میں رہو اور بے تکلف جو چاہو سو کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالم ہو جاؤ گے۔ یہ تو نہیں فرمایا تھا کہ اس درخت سے یا اس کی جنس کے دوسرے سے بھی نہ کھانا۔ انھوں نے اس درخت سے کچھ نہیں کھایا تھا بلکہ شیطانی وسوسہ کی بنا پر اسی جیسے دوسرے درخت سے کھا لیا تھا۔ شیطان نے ان سے یہی کہا تھا کہ خدا نے تم کو اس خاص درخت سے منع فرمایا ہے اس قسم کے اور درختوں سے منع نہیں کیا پھر شیطان نے قسم بھی کھا لی۔ چونکہ آدمؑ و حواؑ نے اس سے پہلے کسی کو جھوٹی قسم کھاتے

رب ہے؟ چنانچہ جب وہ چھپ گیا تو آپ نے فرما دیا میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا یہ صفت میرے خدا کی نہیں ہوسکتی - یہ تو ممکن کی صفات سے ہے جب ماہتاب نکلا تو آپ نے پھر بطور استفہام انکاری یہی کہا ھذا ربی؟ وہ بھی چھپ گیا تو فرمایا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا تو البتہ میں قوم ظالمین میں سے ہو جاتا پھر سورج چڑھا تو یہی فرمایا ھذا ربی! ھذا اکبر کیا یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے جب وہ بھی غروب ہوگیا تو ان ستارہ پرستوں سے خطاب کر کے فرمایا اے قوم میں اُن چیزوں سے بالکل الگ ہوں جن کو تم خدا کی ذات میں شریک قرار دیتے ہو - میری توجہ اس بے مثل خدا کی طرف ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے میں تو ملت حنیف پر ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہوں -

پس جو کچھ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا وہ ستارہ پرستوں کے ابطال مذہب کے متعلق تھا نہ کہ اپنے عقیدہ کے متعلق حضرتؑ نے اپنے قول سے یہ ثابت کر دیا کہ یہ سیّارے پرستش کے لائق نہیں بلکہ پرستش کا سزاوار ان کا پیدا کرنے والا ہے اور یہ حجت

ان کو خدا نے تعلیم فرمائی تھی جیسا کہ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے
وتلک حجتنا اٰتینٰھا علیٰ قومہٖ۔

مامون۔ فرزند رسولؐ! خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ اس بارے میں تو میری تسکین ہوگئی لیکن ابھی ایک کھٹک اور باقی ہے۔

امامؑ۔ وہ بھی بیان کرو۔

مامون۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے قال ابراھیم رب ارنی تحیی الموتیٰ قال اولم تومن قال بلیٰ ولکن لیطمئن (ابراہیمؑ نے کہا اے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے فرمایا کیا تجھ کو اس کا اعتقاد نہیں۔ عرض کی اعتقاد تو ضرور ہے مگر میں صرف اپنا اطمینان قلب چاہتا ہوں) پس یہ فرمائیے کہ حضرت خلیل کو کیا خدا کی قدرت پر پہلے سے یقین نہ تھا۔

امامؑ۔ خداوند عالم نے حضرت ابراہیم پر وحی نازل کی تھی کہ میں اپنے ایک بندہ کو خلیل بناؤں گا۔ اور وہ اگر مجھ سے یہ کہے گا کہ تو میرے لیے مردہ کو زندہ کر دے تو میں اس کی یہ خواہش پوری کر دوں گا۔ پس حضرت ابراہیم کو تردد تھا کہ وہ خلیل ہیں ہوں یا کوئی اور اس لیے اُنھوں نے ایسا کیا تھا یعنی اطمینان قلب اس بارہ میں چاہتے تھے کہ میں اس کا خلیل بنایا جاؤنگا

رب ہے؟ چنانچہ جب وہ چھپ گیا تو آپ نے فرما دیا میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا یہ صفت میرے خدا کی نہیں ہو سکتی۔ - یہ تو ممکن کی صفات سے ہے۔ جب ماہتاب نکلا تو آپ نے پھر بطور استفہام انکاری یہی کہا ھذا ربی؟ وہ بھی چھپ گیا تو فرمایا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا تو البتہ میں قوم ظالمین میں سے ہو جاتا پھر سورج چڑھا تو یہی فرمایا ھذا ربی! ھذا اکبر کیا یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے جب وہ بھی غروب ہو گیا تو ان ستارہ پرستوں سے خطاب کر کے فرمایا اے قوم میں اُن چیزوں سے بالکل الگ ہوں جن کو تم خدا کی ذات میں شریک قرار دیتے ہو۔ میری توجہ اس بے مثل خدا کی طرف ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے میں تو ملت حنیف پر ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

پس جو کچھ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا وہ ستارہ پرستوں کے ابطال مذہب کے متعلق تھا نہ کہ اپنے عقیدہ کے متعلق۔ حضرتؑ نے اپنے قول سے یہ ثابت کر دیا کہ یہ ستارے پرستش کے لائق نہیں بلکہ پرستش کا سزاوار ان کا پیدا کرنے والا ہے اور یہ حجت

یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ جیسا نبی اتنی بات بھی نہ جانتا تھا کہ خدا آنکھوں سے دکھائی دینے کی چیز نہیں۔

امامؑ۔ یہ بات نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ خوب جانتے تھے کہ دیدار خدا ممکن نہیں جب بارگاہ الٰہی میں ان کو تقرب حاصل ہوا اور کلیم اللہ کا خطاب ملا تو انھوں نے اپنی امت کو اس سے آگاہ کیا۔ انھوں نے کہا ہم ہرگز یقین نہیں کر سکتے تاوقتیکہ اپنے کان سے اُس کا کلام نہ سن لیں وہ سب سات لاکھ آدمی تھے حضرت موسیٰ نے ان میں سے سات ہزار اور پھر ان میں سے کل ستّر آدمی چنے اور ان کو کوہ طور پر اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہاں پہنچ کر ان کو پہاڑ کے نیچے کھڑا کر دیا اور خود اوپر جا کر کلام کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ لوگ سن لیں۔ فوراً درخت سے ایک آواز نکلی جو چاروں طرف پھیل گئی۔ قوم موسیٰ نے کہا ہم نہیں مانتے کہ یہ آواز خدا کی ہے۔ ہم تو ظاہر بظاہر خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ابھی اس سرکشی کی سزا میں اس طرح گرفتار ہوئے کہ ایک بجلی نے گر کر ان سب کا کام تمام کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی خداوندا! تمام بنی اسرائیل کہیں گے کہ ... بولتا تھا کہ خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے جب تو

یا نہیں۔ خدا نے حکم دیا کہ تم چار پرندے لے لو اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تھوڑا تھوڑا گوشت ہر ایک پہاڑ پر رکھدو پھر اُن کو بلاؤ وہ تمھارے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے گدھ۔ بط۔ مور اور مرغ چار جانور لئے اور ان کو ریزہ ریزہ کر کے ایک کا گوشت دوسرے سے ملا دیا اور تھوڑا تھوڑا حصہ ہر ایک پہاڑ پر رکھدیا یہ سب دس پہاڑ تھے ان کے بیچ میں کھڑے ہو کر جو آواز دی تو وہ سب ریزے اپنی اپنی جگہ سے اڑے اور آپس میں مل جُل کر سالم جانور بن گئے اور حضرتؑ کے پاس آکر کہنے لگے۔ اے نبی خدا! جس طرح آپ نے ہم کو زندہ کیا ہے خدا آپ کو زندہ رکھے۔ آپ نے فرمایا اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے وہی ہر شے پر قادر ہے۔

مامون۔ سبحان اللہ! کیا کہنا ہے آپ نے بڑی خوبی سے اس اعتراض کو دفع فرما دیا۔ اچھا اب ایک اعتراض حضرت موسیٰ کے متعلق اور ہے اگر اجازت ہو تو اسے بھی بیان کروں۔

امامؑ۔ ضرور۔

مامون۔ قرآن میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے کہا رب ارنی انظر الیک (خداوندا تو مجھے دکھا تا کہ میں تیری طرف دیکھوں) اس سے

اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی کو چمکا کر دکھا دیا۔ پہاڑ تو ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا۔ خداوندا تیری ذات پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں اور اپنی اسی معرفت کی طرف رجوع کرتا ہوں میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں اس پر کہ تو کسی طرح دکھائی نہیں دے سکتا۔

مامون۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ دل چاہتا ہے کہ اس وقت ایک سوال اور بھی کر لوں۔ اجازت ہے۔

امامؑ۔ ضرور۔

مامون۔ یہ تو فرمائیے قرآن میں حضرت یوسفؑ کے بارے میں ہے لقد همت به وهم بها لولا ان رائی برهان ربه ارادہ کیا اس عورت (زلیخا) نے یوسفؑ کے ساتھ بدکاری کا اور ارادہ کیا یوسفؑ نے اس کے ساتھ اگر وہ اپنے رب کی برہان کو نہ دیکھتا) اگر حضرت یوسفؑ نبی تھے تو پھر یہ بدکاری کا ارادہ کیسا؟

امامؑ۔ اس آیت کا مفہوم آپ نے غلط سمجھا ہے اصلی عبارت یوں ہے همت به ولولا ان رائی برهان ربی هم بها۔ جزا مقدم ہے اور شرط مؤخر اب اس کے معنی یہ ہوئے کہ زلیخا نے ارادہ کیا اور اگر یوسف اپنے رب کی برہان نہ دیکھ چکے ہوتے

ان کو کلام خدا نہ سنا سکا تو اپنی رسوائی کے خوف سے ان سب کو مار ڈالا۔ خداوندا میں ان کی اس بات کا کیا جواب دوں گا۔ اس پر وہ ستر آدمی پھر زندہ ہو گئے۔ اب کی بار انھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا۔ اچھا ہمارے لیے نہ سہی تم اپنے لیے ہی خدا سے اپنے دکھانے کا سوال کرو۔ تم دیکھ کر ہم کو بتا دینا کہ وہ کیسا ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا تم کیسی بے عقلی کی باتیں کرتے ہو خدا دیکھنے کی چیز نہیں ہے۔ مگر وہ کہاں ماننے والے تھے کہنے لگے اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہم تمھاری نبوت سے انکار کر دیں گے اور تم کو مار ڈالیں گے۔ حضرت موسیٰ نے مجبور ہو کر سرکار الٰہی میں عرض کی۔ پروردگارا تو جانتا ہے کہ اس جاہل قوم کی کیا ہٹ ہے۔ اب جس طرح چاہے ان کی اصلاح کر۔ حکم ہوا اے موسیٰ ان کے کہنے کے مطابق سوال کرو۔ میں تم سے مواخذہ نہ کروں گا۔ حضرت نے عرض کی رب ارنی انظر الیک خدا نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا لن ترانی (تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے) ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی (مگر پہاڑ کی طرف دیکھو اگر تم اپنے مقام پر قائم رہ گئے تو مجھے دیکھ لوگے) پھر خدا نے

نظر میں تمہارا یہ فعل گناہ تھا پس اب کہ مکہ فتح ہو گیا اور لوگ
خوشی یا ناخوشی مسلمان ہو گئے لہٰذا مشرکین کے عقیدہ کے
بموجب تمہارے سب گناہ بھی معاف ہو گئے یعنی اب تم
اُن کے نزدیک گنہگار نہیں رہے۔

مون۔ یا ابن رسول اللہ میری ہر طرح تسکین ہو گئی اور آپ کی
بدولت تمام خدشے میرے دل سے نکل گئے۔

علی بن جہم کا بیان ہے کہ اس کے بعد مامون نماز کے واسطے
ٹھا اور محمد بن جعفر صادق کو جو اس وقت حاضر مجلس تھے اپنے
اتھ لئے ہوئے روانہ ہوا۔ میں ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھا۔ مامون
نے محمد سے کہا دیکھا تم نے اپنے بھتیجے کے علم کو۔ انھوں نے
ہا ہاں وہ بے مثل عالم ہیں۔ اور میں نے کبھی ان کو کسی سے
لم حاصل کرتے بھی نہیں دیکھا۔ مامون نے کہا وہ وارث علم
وت ہیں۔ یہی درحقیقت ان لوگوں میں سے ہیں جن کی نسبت
سولؐ خدا نے فرمایا ہے۔

میری عترت کے نیک لوگ اور میرے خاندان کے سربرآوردہ
ہستیاں اپنے بچپن میں سب سے زیادہ حلیم ہیں اور بزرگی کے

تو یہ بھی ارادہ کر بیٹھتے ۔ چونکہ وہ نبی اور معصوم تھے اس لیے انھوں نے ایسا ارادہ نہیں کیا ۔ اس کے علاوہ میرے پدر گرامی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا زلیخا نے ارادہ بُرے کام کا کیا اور یوسف علیہ السلام نے نہ کرنے کا ارادہ کیا ۔

مامون ۔ سبحان اللہ ! سبحان اللہ ۔ کتنے طریقہ سے آپ نے اس خدشہ کو میرے دل سے دور فرمایا ہے ۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے بس ایک سوال میں اور پوچھتا ہوں ۔

امامؑ ۔ شوق سے پوچھئے اور جب تک دل چاہے پوچھے جائیے ۔

مامون ۔ حضرت رسولؐ خدا کے متعلق قرآن میں یہ آیت ہے انا فتحنا لک فتحاً مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (ہم نے تمھیں کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تمھارے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے) اس سے تو صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ رسولؐ خدا گنہگار تھے ۔

امامؑ ۔ اس آیت سے حضرت رسولؐ خدا کا واقعی گناہ مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ تم جو مشرکین کے بتوں کی مذمت اور خدا کی وحدانیت کی دعوت دیا کرتے تھے تو ان لوگوں کی

پیدا کیا) (کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا صاحب صورت ہے۔

جواب۔ لوگوں نے اس حدیث کی شان بیان پر غور نہیں کیا بات یہ تھی کہ ایک بار حضرت رسول خدا ایسے دو شخصوں کی طرف سے گذرے جو آپس میں گالی گلوج کر رہے تھے انہیں سے ایک نے کہا خدا تیری صورت کو بھونڈا کرے اور اسکی صورت کو بھی جو تجھ سے مشابہ ہو حضرتؐ نے فرمایا اے شخص ایسا نہ کہہ اس کی صورت پر تو خدا نے آدم کو بھی پیدا کیا تھا۔

سوال۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا خدا ہر شب آسمان اول پر آتا ہے۔

جواب۔ ایسا کہنے والے جھوٹے ہیں۔ انھوں نے حدیث کے الفاظ میں تبدیلی کر دی ہے۔ حضرتؐ نے جو یہ فرمایا ہے کہ خداوند عالم ہر رات کو تہائی حصہ گزرنے کے بعد اور شب جمعہ کو اول شب میں ایک فرشتہ کو آسمان اول پر بھیجتا ہے کہ وہ ندا کرے کہ کوئی سوال کرنے والا ہے کہ میں اس کو عطا کردوں۔ کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول

نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ وہ تم کو کبھی باب ہدایت سے خارج اور باب ضلالت میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

مختلف لوگوں کے سوالات کے جوابات

ذیل میں ہم ان سوالات کو مع حضرت امام رضا علیہ السلام کے جوابات کے درج کرتے ہیں جو مختلف لوگوں نے مختلف وقتوں میں حضرتؑ سے کئے تھے۔

سوال۔ کیا انسان اپنے افعال میں مجبور ہے کہ خدا جو چاہتا ہے اس سے کرا چھوڑتا ہے۔

امامؑ۔ حق تعالیٰ کی ذات عادل ہے کیونکر ممکن ہے کہ کوئی کام خود ہی تو جبراً کرائے اور خود ہی سزا دینے لگے۔

سوال۔ کیا بندہ اپنے معاملات میں بالکل مطلق العنان ہے۔

جواب۔ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا بندوں کو پیدا کر کے اپنا قابو بالکل اس پر سے ہٹا لے اور اس کو بالکل اسی کے حوالے کر دے۔ خدا نے نہ اپنے بندوں کو بالکل مجبور کیا ہے نہ بالکل مطلق العنان بنایا ہے بلکہ ان دونوں باتوں کے بیچ میں ایک امر ہے۔

سوال۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہٖ (خدا نے آدم کو اپنی صورت

سوال۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے ان ثواب لا الہ الا اللہ النظر الی وجہ اللہ (لا الہ الا اللہ کہنے کا ثواب یہ ہے کہ خدا کے چہرہ کو دیکھ لیا) کیا خدا کی کوئی شکل وصورت ہے؟

جواب۔ خدا کے متعلق شکل صورت قرار دینا کفر ہے۔ وجہ اللہ درحقیقت انبیا اور ان کے اوصیا ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے اسی لیے وہ وجہ اللہ ہیں۔ ان کی طرف نظر کرنا بہت بڑا اجر کا باعث ہے اور ان کی زیارت سے محروم رہنا خسارہ کا باعث ہے۔

سوال۔ کیا جنت ودوزخ دونوں خلق ہو چکے ہیں؟

جواب۔ بیشک پیدا ہو چکے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ ابھی پیدا نہیں ہوے بلکہ محض ارادہ الٰہی میں ہیں وہ ہم سے نہیں ہیں بلکہ وہ ہماری تکذیب کرنے والے اور ہماری ولایت کے منکر ہیں۔ قیامت کے روز وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈالدیئے جائیں گے کیونکہ وہ ایسی چیزوں کا انکار کرتے ہیں جن کا اقرار ضروریات دین سے ہے۔ خدا فرماتا ہے ھٰذہٖ جھنم التی یکذب بھا المجرمون یطوفون بینھا وبین حمیم اٰن (یہ وہی دوزخ ہے جسے لوگ جھٹلایا کرتے تھے دوزخی لوگ

بخشوں - اے نیکی کے طلبگار نیکی کی طرف متوجہ ہو اور اے بدی کرنے والے بدی سے ہاتھ کھینچ - وہ فرشتہ برابر اسی طرح ندا کئے چلا جاتا ہے یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی ہے -

سوال - اس حدیث کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں" مومنین جنت کے مکانوں میں بیٹھے ہوئے اپنے خدا کی زیارت کریں گے۔"

جواب - خداوند عالم نے حضرت رسولؐ خدا کو تمام انبیا و ملائکہ پر فضیلت بخشی ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی بیعت کو اپنی بیعت اور ان کی زیارت کو اپنی زیارت قرار دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی) پھر فرماتا ہے ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (جو لوگ اے رسولؐ تمھاری بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ بیعت کرتے ہیں - خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا ہے)

اور حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے جس نے میری زیارت کی زندگی میں یا مرنے کے بعد اُس نے گویا خدا کی زیارت کی پس یہی معنی ہیں حدیث مذکور کے - یعنی مومنین جنت کے گھروں میں بیٹھے ہوئے حضرت رسولؐ خدا کی زیارت کریں گے -

اور لڑکی کے لئے بائیں طرف ۔ اگر نطفہ داہنی طرف جاتا ہے
تو لڑکا ہوتا ہے اور اگر بائیں طرف جاتا ہے تو لڑکی ہوتی ہے
اکثر عورت دو بچوں سے حاملہ ہوتی ہے ۔ پس اگر اُس کی
دونوں چھاتیاں یکساں بھاری ہوں تو سمجھنا چاہیئے اس کے
شکم میں دو بچے ہیں اور اگر ایک بھاری ہو تو ایک بچہ ہے
اگر داہنی چھاتی بھاری ہے تو لڑکا ہوگا اور اگر بائیں بھاری
ہے تو لڑکی ہوگی ۔ اگر دو بچوں والی حاملہ کی داہنی چھاتی زیادہ
ہلکی پڑ جائے تو لڑکے کا حمل ساقط ہوگا اور اگر بائیں ہلکی
پڑ جائے تو لڑکی کا اور اگر دونوں ہلکی پڑ جائیں تو دونوں بچے
ساقط ہو جائیں گے ۔

سوال ۔ زنا کو کیوں حرام کیا ہے ۔

جواب ۔ اس لیے کہ اس میں بڑا جھگڑا پڑتا ہے ۔ میراث جاتی
رہتی ہے نسب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے ۔ عورت کو نہیں
پتہ چلتا کہ وہ کس مرد سے حاملہ ہے اور نہ مولود جانتا ہے کہ
وہ کس کا بچہ ہے ۔ قرابت اور صلہ رحم باقی نہیں رہتا ۔

اس کے اندر اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان پھریں گے۔

سوال۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ مرد کو چار عورتیں کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور عورت کو ایک سے زیادہ شوہر کرنے کو منع کیا گیا ہے۔

جواب۔ اگر عورت ایک سے زیادہ شوہر کرلے تو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ نطفہ کس کا ہے اور ایسی صورت میں یہ ثابت کرنا دشوار ہوگا کہ مولود کا باپ کون ہے لیکن زیادہ عورتیں کرنے میں یہ خرابی لازم نہیں آتی۔ اس کے علاوہ مرد کے لیے چار عورتیں اس لیے جائز ہوئیں کہ عورتوں کی پیداوار بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہوتی ہے۔

(نوٹ) امام علیہ السلام کا یہ فرمانا بالکل بجا و درست ہے ہر ملک میں مردم شماری ہونے پر عورتوں ہی کی تعداد زیادہ نکلتی ہے۔ یورپ کے ملکوں میں عیسائی مذہب کے موافق چونکہ ایک سے زیادہ عورت مرد پر حلال نہیں لہذا وہاں عورتیں ہمیشہ فالتو بچ رہتی ہیں۔

سوال۔ لڑکے اور لڑکی کی پیدائش کے متعلق کچھ بیان فرمائیے

جواب۔ رحم مادر میں لڑکے کے لئے داہنی طرف جگہ ہوتی ہے

۴ - زہد و تواضع

موسم گرما میں آپ کے واسطے بیٹھنے کا فرش بوریا ہوتا تھا اور سردی کے زمانہ میں کمبل ۔ گھر میں پہننے کا لباس بہت موٹا کھرّا اور بھاری ہوتا تھا جس سے بدن کو سخت تکلیف پہنچتی تھی لیکن جب باہر نکلتے تو اس خیال سے لوگ بخل کا طعنہ نہ دیں اچھا لباس پہن لیتے تھے ۔ ایک مرتبہ مدینہ کے ایک عالم نے آپ کو ریشمی لباس پہنے دیکھ کر اعتراض کیا ۔ آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آستین میں داخل کیا کہ دیکھو اس کے نیچے کمبل کا لباس ہے ۔ ریشمی لباس لوگوں کے دکھانے کے لیے ہے کہ زاہد ریاکار نہ کہیں اور کمبل کا لباس عبادت خدا کرنے اور خضوع و خشوع کے لیے ہے ۔

۵ - غلاموں کے ساتھ مساوات

ایک مرد بلخی خراسان کے سفر میں حضرت امام علیہ السلام کا ہم سفر تھا ۔ ایک روز دستر خوان بچھا تو حضرت کے غلام بھی آپ کے ... لوگوں کے

۳۔ مخصوص اخلاق وعادات

بیہقی نے ابراہیم بن عباس کی زبانی نقل کیا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے کبھی کسی شخص کے ساتھ گفتگو کرنے میں سختی نہیں کی اور کبھی کسی کی بات کو قطع نہیں فرمایا۔ کسی حاجت روائی میں حتی المقدور دریغ نہ فرماتے تھے۔ کبھی اپنے ہم نشین کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے تھے اور نہ اہل مجلس کے روبرو تکیہ لگا کر بیٹھتے۔ کبھی آپ نے اپنے کسی غلام کو نہ گالی دی نہ مارا۔ قہقہہ کے ساتھ آپ کبھی نہ ہنستے تھے۔ خوشی کی بات ہو تو تبسم فرما لیتے تواضع اور انکسار کی یہ حالت تھی کہ دسترخوان پر دربان سائیس تک آپ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ راتوں کو بہت ہی کم سوتے تھے۔ اکثر راتیں شام سے صبح تک بیداری میں گزر جاتی تھیں دنوں کو اکثر روزہ رکھتے تھے۔ ہر مہینہ میں تین دن روزے تو کبھی آپ نے ترک ہی نہ کئے۔ ارشاد فرماتے تھے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لینا ایسا ہے جیسے کہ کوئی ہمیشہ روزے سے رہے۔ خیرات کثرت سے کرتے تھے اور اکثر چھپا کر دیتے تھے تاریک راتوں میں خاصکر عطا فرماتے تھے۔

۷۔ انکساری و فروتنی

کسی نے حضرت سے کہا خدا کی قسم آبا واجداد کے لحاظ سے کوئی شخص آپ سے افضل نہیں۔ فرمایا میرے آبا واجداد کو جو کچھ فضیلت حاصل تھی وہ محض پرہیزگاری اور خدا کی اطاعت کی بنا پر تھی نہ کہ کسی اور وجہ سے۔

ایک روز کسی نے کہا۔ واللہ آپ تمام لوگوں سے بہتر ہیں آپ نے کمال انکسار فرمایا۔ اے شخص خدا کی قسم کھا کر ایسا نہ کہہ جس کا تقویٰ مجھ سے زیادہ ہے وہ یقیناً مجھ سے افضل ہے قسم خدا کی یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (تم میں زیادہ بزرگ خدا کے نزدیک وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے)

ایک مرتبہ آپ نے ایک غلام حبشی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میرے تمام غلام اور کنیزیں آزاد ہو جائیں میں اپنے کو صرف قرابت رسولؐ کی بنا پر اس غلام حبشی سے بہتر نہیں جانتا مگر ہاں جب کوئی نیک کام بجا لاؤں تو اس کی بنا پر

کھانے کا انتظام علیحدہ کر دیا جائے تو کیا حرج ہے ؟ فرمایا اللہ ایک ہے اور یہ سب اُس کے بندے ہیں ۔ ماں ان سب کی حوا اور باپ ان کے آدم ہیں ۔ جزا و سزا ہر ایک کو اُس کے عمل کے بموجب ملے گی پھر فرق کیسا ۔

یاسر آپ کے خاص غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرتؑ کی ہم پر برابر یہ تاکید رہتی تھی کہ تمھارے کھانے کی حالت میں اگر میں آجاؤں تو میری تعظیم کو نہ اٹھا کرو ۔ جب تک کوئی خادم کھانے سے فراغت نہ کر لیتا آپ اُس کو ہرگز کسی کام کے لیے حکم نہ دیتے ۔

۶ ۔ فقرا و مساکین سے سلوک

حضرتؑ فقرا و مساکین کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے ۔ جب تک آس پاس کے تمام محتاجوں کو کھانا نہ بھیج دیتے خود ہرگز نہ کھاتے ۔ حضرتؑ کا یہ معمول تھا کہ جب کھانا کھانے بیٹھتے تھے تو ایک خوان سامنے رکھ لیتے تھے اور ہر ایک کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا اس میں رکھتے جاتے تھے ۔ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو وہ خوان محتاجوں اور مسکینوں کو بھجوا دیتے تھے ۔

بیٹھ گیا۔ رمضان کا مہینہ تھا بیٹھے بیٹھے شام ہو گئی۔ میں نماز مغرب سے بھی فارغ ہو گیا مگر حضرتؑ تشریف نہ لائے۔ روزہ کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ ارادہ کر رہا تھا کہ واپس جاؤں کہ ناگاہ حضرت تشریف لے آئے لوگ حضرتؑ کے ساتھ ساتھ تھے اور آپ سائلوں کو عطا کرتے چلے آرہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ دولت سرا میں داخل ہوئے اور کچھ دیر قیام کے بعد پھر تشریف لائے مجھے بلا بھیجا فرمایا شاید تم نے ابھی کھانا نہیں کھایا۔ میں نے عرض کی نہیں۔ غلام سے فرمایا کھانا لے آؤ۔ جب میں فارغ ہوا تو فرمایا فرش کا کونہ اُٹھا کر جو کچھ اس کے نیچے ہو لے لو۔ میں نے جو فرش الٹ کر دیکھا تو اس کے نیچے دینار تھے۔ میں نے چپکے سے ان کو اُٹھا لیا اور اپنے گھر چلا آیا۔ چراغ کے سامنے شمار کیا تو وہ اڑتالیس تھے اور ایک دینار پر لکھا تھا تیرا قرضہ ۲۸ دینار ہیں وہ ادا کر کے جو بیس دینار باقی بچیں وہ اپنے خرچ میں لانا۔ میں حیران رہ گیا کہ حضرت کو میرے قرضہ کی یہ مقدار کیسے معلوم ہوئی۔

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی میں حج کر کے آرہا ہوں اور جو کچھ روپیہ لے کر چلا تھا ختم ہو گیا اب اتنا نہیں کہ گھر کو واپس جاؤں۔ اگر آپ مجھے اتنا دیدیں کہ میں اپنے وطن تک پہنچ جاؤں تو

حضرتؑ نے اپنے اس عمل سے ہم کو یہ سبق سکھایا ہے کہ محض نسب پر فخر کوئی چیز نہیں قابل فخر چیز نیکی کرنا ہے۔

۸۔ سخاوت

ایک شخص نے حضرت سے کہا میں حاجت مند ہوں بقدر اپنے حوصلہ کے میرے ساتھ احسان کیجئے۔ فرمایا اتنی گنجائش نہیں عرض کی تو پھر میری حیثیت کے موافق عطا ہو۔ فرمایا ہاں ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر غلام کو حکم دیا کہ اس کو دو سو اشرفی دیدو۔

احمد بن عبداللہ غفاری کہتے ہیں کہ ایک شخص کا میرے اوپر قرضہ تھا جب اس نے میرے اوپر سختی کی تو میں نے نماز صبح پڑھ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا آپ نے ان دنوں بیرون شہر مقام عریض میں تشریف فرما تھے در دولت کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ آپ کہیں کو سواری پر تشریف لیے جا رہے ہیں میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ فلاں شخص کا میرے اوپر اتنا قرضہ ہے اور وہ بہت سخت تقاضا کر رہا ہے۔ حضور اس سے فرما دیں کہ اتنا تشدد نہ کرے۔ اس کا مطلق ذکر نہ آیا کہ قرضہ کی مقدار کیا ہے۔ فرمایا میرے واپس آنے تک یہاں ٹھہرو۔ میں

تمام گھر کا سامان اور نقد وجنس راہ خدا میں لٹا دیا۔ فضل بن سہل وزیر مامون نے کہا یہ تو غرامت نہیں ہے بلکہ غنیمت ہے (ثواب بحساب حاصل کرنا) جو مال راہ خدا میں صرف کیا جائے اور جس پر اجر و ثواب کی امید ہو وہ نقصان کیوں ہونے لگا۔

۹۔ نعمت خدا کا ادب

حضرت کے خادم خاص یاسر کہتے ہیں کہ ایک روز ہم سب غلام میوہ کھا رہے تھے۔ مگر دانہ کو پورا نہ کھاتے تھے۔ کچھ کھاتے کچھ پھینک دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ اگر تم اس سے مستغنی ہو تو بہت سے اشخاص اس کے محتاج ہیں۔ خود سیر ہو جاؤ تو دوسرے صاحب احتیاج کو دیدیا کرو۔

۱۰۔ مزدوروں کی مزدوری پہلے چکا لینی چاہیئے

ایک مرتبہ کچھ مزدور حضرتؑ کے مویشیوں کے لیے مٹی سے گھاس دانے کی جگہ بنا رہے تھے۔ ان کے درمیان ایک سیاہ رنگ کا مزدور نظر آیا آپ نے پوچھا یہ کون ہے۔ ایک غلام نے کہا ہم نے اس کو اپنی امداد کے لیے رکھ لیا ہے۔ کچھ مزدوری اس کو بھی دیدیں گے۔ فرمایا

وہ روپیہ میں حضور کی طرف سے وہاں تصدق کر دوں گا (چونکہ حضرتؑ کی خصلت سے واقف تھا اس لیے یہ نہ کہا کہ واپس بھیجدوں گا) کیونکہ میں آسودہ حال ہوں اس لیے خیرات کا مستحق نہیں۔ فرمایا ذرا توقف کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ مجمع منتشر ہو گیا اور صرف دو شخص باقی رہ گئے تو آپ اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد دروازہ کے کواڑ بند کر کے اپنے ہاتھ اس سے باہر نکالے اور فرمایا۔ اے مرد خراسانی یہ دو سو دینار لے اور اپنے وطن جانے کا سامان کر۔ ہماری طرف سے ان کو خیرات کرنے کی ضرورت نہیں یہ ہم نے تجھی کو دیدیئے۔ لیکن اب تو یہاں سے رخصت ہو جا تاکہ میں تجھے اور تو مجھے نہ دیکھنے پائے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو ایک شخص نے کہا حضور نے احسان کرنے میں تو کوئی کمی نہیں کی پھر اس سے منھ چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ فرمایا اس غرض سے کہ اس کے سوال کرنے اور حاجت روا ہونے کی ذلت کو اس کے چہرہ پر نہ دیکھوں۔ کیا تو نے حضرت رسولؐ خدا سے یہ حدیث نہیں سنی کہ نیکی کا چھپانے والا ستر حجوں کا ثواب پاتا ہے اور بدی کا اظہار کرنے والا ذلیل ہے اس کا چھپانے والا مغفور ہے۔

ایک روز خراسان میں روز عرفہ (۹ ذی الحجہ) حضرتؑ نے

عیش وعشرت کے بڑے بڑے سامان نظر آئے۔ اور بڑی آسائش سے
زندگی بسر ہونے لگی لیکن کچھ عرصہ کے بعد مامون نے مجھے امام رضا
علیہ السلام کو عطا فرمادیا یہاں آکر دیکھا تو عالم ہی اور تھا باوجودیکہ
حضرت ولی عہد سلطنت تھے لیکن کوئی شاہانہ سامان آپ کے
گھر میں نہ تھا۔ نہایت سیدھی سادی زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے
روزے نماز کی سب پر تاکید تھی۔ ایک عورت مقرر تھی جو رات کو
سب سوتوں کو نماز شب کے لیے جگا دیتی تھی۔ مجھے اس وقت اُٹھنا
بڑا شاق معلوم ہوتا تھا چاہتی تھی کہ کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں
آخر حضرتؑ نے تمہارے دادا عبداللہ بن عباس کو مجھے ہبہ کردیا
صولی کا بیان ہے کہ بہت سی عورتیں میری نظر سے گزریں لیکن
اپنی دادی کے برابر کوئی عاقلہ اور فاضلہ عورت نہ دیکھی اور یہ
سب امام علیہ السلام کی چند روز خدمت میں رہنے کا اثر تھا۔
جب ہم اُن سے امام علیہ السلام کے حالات پوچھا کرتے تھے تو وہ
کہا کرتی تھیں۔ چونکہ حضرت کی خدمت کو چھوڑے ہوئے عرصہ
گزر چکا ہے اس لیے میں بہت سی باتیں بھول گئی ہوں ہاں اتنا
یاد ہے کہ حضرتؑ اکثر عود ہندی (اگر) کا بخور کرتے اور خوشبوؤں
کا استعمال زیادہ کرتے تھے۔ صبح کو اول وقت نماز ادا فرماتے تھے

اس کی اُجرت طے نہیں کی۔ اس نے کہا نہیں۔ یہ سنتے ہی آپ کو غصہ آگیا اور اس غلام کو جھڑک کر کہا۔ میں تم سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ جب تک اجرت نہ طے کر لو کسی کو ہرگز کام پر نہ لگاؤ۔ مگر تم سنتے ہی نہیں۔ راوی کہتا ہے پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا جس مزدور کی مزدوری پہلے سے نہیں چکائی جاتی تو بعد میں اگر اس کو تین گنی اجرت بھی دی جائے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ کچھ نہ کچھ میرے حق سے کم کر لیا ہے اور جب مقرر کر کے دیں گے تو وہ وفائے عہد جانے گا پھر اگر اُس کو ایک پیسہ بھی زیادہ دیا جائے گا تو اس کی قدر کرے گا اور جانے گا کہ یہ مجھے کام سے زیادہ ملا ہے۔

حضرتؑ کے اس کارآمد اصول کی قدر وہ لوگ خوب جانتے ہیں جن کو اکثر اس قسم کے معاملات پیش آتے رہتے ہیں اور پہلے سے اُجرت طے نہ کر لینے سے وہ خطا پا چکے ہیں۔

۱۱۔ سیدھی سادی زندگی

ابوبکر صولی کہتا ہے کہ میری دادی مجھ سے بیان کرتی تھیں کہ امام موسیٰ رضا علیہ السلام نے مجھے چند اور کنیزوں کے ساتھ مامون کے لیے خریدا تھا جب ہم قصر مامون میں داخل ہو گئے تو وہاں

اس کے بعد سجدہ میں چلے جاتے تھے اور جب تک سورج چڑھ جاتا اسی طرح سجدہ میں پڑے رہتے ۔ اس کے بعد باہر تشریف لاکر لوگوں کو پند و نصیحت فرماتے یا کہیں سوار ہو کر جاتے ۔ گھر میں کسی کی مجال نہ تھی کہ پکار کر بات چیت کرے ۔ خود بھی بہت کم گفتگو فرماتے تھے ۔

۱۲۔ عطریات کا شوق

اپنے آبائے طاہرین کی طرح حضرت کو بھی عطریات کا بہت شوق تھا اکثر اوقات خوشبودار تیل اپنے جسم مبارک پر ملتے اور انگیٹھیوں میں خوشبو سلگایا کرتے ۔ ریش مبارک کو عطر میں بساتے تھے ۔ آپ کے پاس ایک آبنوس کا ڈبّہ تھا جس میں چند خانے تھے ایک میں مشک رہتا تھا دوسرے میں عطر تیسرے میں اور خوشبوئیں ۔ فرمایا کرتے تھے ۔ چند چیزیں دل کو تازہ کرتی ہیں ۔ خوشبو لگانا ۔ شہد کھانا ۔ سبزہ کی طرف نگاہ کرنا ۔ اور یہ بھی فرماتے تھے آدمی کو خوشبو ترک کرنا مناسب نہیں ہے ۔ اگر ہر روز استعمال کرے تو بہتر ہے ورنہ تیسرے روز ضرور لگائے ۔ اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ہر جمعہ کو ضرور کسی نہ کسی قسم کی خوشبو کا استعمال کرے ۔

جد بزرگوار حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی طرح ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے زوال سے کچھ پہلے آخر روز میں اور سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے آخر روز میں عبادت کو ختم کردیتے تھے ورنہ اکثر اوقات مصلّے ہی پر تشریف رکھتے اور بہت زیادہ فکرمند و دلگیر دکھائی دیتے۔ نماز صبح اول وقت ادا فرما کر تعقیبات میں مشغول ہو جاتے اور ذکر الٰہی کو طول دیتے بہ کثرت محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجتے۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو جاتا۔ اُس وقت سجدہ شکر میں جاتے اور آفتاب کے بلند ہونے تک برابر سجدے میں پڑے رہتے۔ اس کے بعد لوگوں کو وعظ و پند فرماتے۔ زوال کے قریب وضو کر کے پھر مصلّے پر تشریف لیجاتے اور زوال آفتاب تک سنت نمازیں پڑھتے رہتے۔ اس کے بعد نماز ظہر ادا فرماتے پھر تعقیبات کو بہت طول دیتے۔ اس کے بعد سجدۂ شکر بجالاتے اور سو مرتبہ شکراً للہ کہتے۔ غرضکہ اسی طرح عبادت کا سلسلہ مغرب کی نماز تک جاری رہتا نماز مغرب ادا کر کے روزہ افطار کرتے۔ تہائی رات گزرنے کے بعد نماز عشا کے لیے کھڑے ہو جاتے اور دیر تک تعقیبات میں مشغول رہتے۔ پھر سو جاتے اور جب تہائی رات باقی رہتی تو پھر بیدار ہو کر مشغول عبادت ہوتے تا اینکہ صبح نمودار ہو جاتی۔

۱۹۔ شیعوں کے ساتھ خاص رعایت

۱۴۔عبادت خدا میں کسی کو شریک نہ کرنا

کافی میں حسن بن علی وشّاؒ سے مروی ہے کہ میں ایک بار حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ لوٹا پاس رکھے ہوئے وضو کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میں نے آگے جا کر وہ لوٹا اٹھا لیا کہ آپ کو وضو کراؤں۔ فرمایا نہیں نہیں اسے یہیں رہنے دو۔ میں نے عرض کی میں ہاتھوں پر پانی ڈالتا جاؤں آپ وضو کریں۔ کیا حضور کو یہ پسند نہیں کہ میں داخل ثواب ہوں۔ فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم تو ثواب حاصل کرنے والوں میں داخل ہو اور میں گنہگاروں میں شامل ہوں۔ میں نے عرض کی یہ کیوں؟ فرمایا کیا تم نے خداوند عالم کا یہ قول نہیں دیکھا۔

"جو چاہے کہ اپنے پروردگار کی نعمتوں کو حاصل کرے اُسے چاہیئے کہ اعمال نیک اور عمل صالح بجا لائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

میں نماز کے واسطے وضو کرتا ہوں جو عبادت ہے پس نہیں چاہتا کہ کسی کو عبادت خدا میں شریک کروں۔

۱۵۔رات دن کے اعمال و اوراد

حضرت امام رضا علیہ السلام بساوقات رات دن میں اپنے

فرمایا ذرا ٹھہرو۔ انشاءاللہ تمھاری حاجت روا ہو جائے گی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم جو کچھ خدا نے مومنین کے لیے دار آخرت میں ذخیرہ کیا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو ان کو دنیا میں دیا ہے۔ دنیا کی دولت بے حقیقت چیز ہے جس کے پاس دولت ہوتی ہے وہ بڑے بڑے خطروں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر حقوق خدا ادا کرتا رہے تو یہ بلائیں اس سے ٹل جاتی ہیں۔

۱۸۔ حق گوئی و حق شناسی

عیدالفطر کے دن ایک غلام کو دیتے ہوئے فرمایا اے فلاں تقبل اللہ مِنك ومِنّا (خدا تیرے اور ہمارے اعمال کو قبول فرمائے) پھر بقرعید کے دن اس طرح دعا دی تقبل اللہ مناك ومنا (خدا ہمارے اور تیرے عمل کو قبول کرے) ایک شخص نے جو دونوں موقعوں پر حاضر تھا عرض کی اس کا کیا سبب ہے کہ ایک بار تو آپ نے منك (تیرے اعمال) کو منا (ہمارے اعمال) سے مقدم کیا اور دوبارہ منا کو منک پر مقدم کیا۔ فرمایا عیدالفطر کے دن اس نے ایک عمل خراب کیا جو مجھ سے رہ گیا تھا۔ اس وقت میں نے دعا میں اُسے اپنے اوپر مقدم کیا اور اپنے کو مؤخر بخلاف عید قرباں کے کہ میں نے قربانی کی اور اُسے میسر نہ ہوئی لہذا اسے اپنے بعد دعا میں شامل کیا۔

مبعوث ہوں۔

۲۔ خدا نے تین چیزوں کے ساتھ تین چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ نماز[۱] کا حکم دیا ہے تو اس کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم فرمایا ہے۔ اگر کوئی نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے تو اُس کی نماز درست نہیں اور درجۂ قبولیت پر نہیں پہنچتی اس نے شکر[۲] کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر شکر والدین کو اس کے ساتھ ساتھ قرار دیا ہے اور تقویٰ[۳] و پرہیز گاری کا حکم دیا ہے لیکن صلۂ رحم کو اس کے ساتھ کر دیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص صلۂ رحم نہ کرے تو چاہے کتنا ہی متقی کیوں نہ ہو اُس کا کوئی عمل مقبول نہ ہوگا۔

۳۔ عقل و دانش کی علامت ایک بردباری ہے دوسرے خاموشی و کم گوئی۔

۴۔ کم گوئی حکمت کا دروازہ اور محبت کا موجب ہے۔

۵۔ ہر شخص کا دوست اس کی عقل ہے اور جہالت اس کی دشمن ہے۔

۶۔ دنیا بغیر پانچ خصلتوں کے حاصل نہیں ہوتی۔ بخل کمال درجہ کا[۱]، لمبی[۲] چوڑی امیدیں۔ حرص[۳] کی زیادتی۔ دوستوں اور عزیزوں سے جدائی اختیار کرنا۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا۔

۷۔ گناہان صغیرہ گناہان کبیرہ کے راستے ہیں۔ جو خدا سے چھوٹے گناہوں پر نہیں ڈرتا وہ بڑے گناہوں میں کبھی نہ ڈرے گا۔

باب سوم

مواعظ و نصائح

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بیشمار مواعظ و نصائح ہیں۔ ہم ان میں سے چند باتیں تبرکاً درج کرتے ہیں۔

۱۔ آدمی کے لیے سب سے زیادہ وحشت ناک تین مقام ہیں۔ ایک دن وہ ہے جبکہ وہ شکم مادر سے باہر آتا ہے۔ دوسرے جس دن وہ مرتا ہے۔ تیسرے جس دن وہ قیامت میں اٹھایا جائے گا۔ وہاں اُن امور کو دیکھے گا جن کو دنیا میں کبھی نہ دیکھا تھا۔

خداوند عالم نے انھیں تین مقاموں پر حضرت یحییٰ بن ذکریا پر سلام بھیجا ہے چنانچہ فرماتا ہے وسلام علیہ یوم وُلِدَ ویوم یموتُ ویوم یبعث حیاً (سلام ہو اُس پر پیدا ہونے کے دن، مرنے کے دن اور اُس روز جبکہ وہ دوبارہ لباس زندگی پہن کر عرصۂ محشر میں آئیں گے حضرت عیسیٰؑ پر بھی انھیں تین مقاموں پر سلام بھیجا ہے فرماتا ہے۔ والسلام علیّ یومَ وُلِدتُّ ویوم اموت ویوم ابعث حیاً (سلام ہو مجھ پر جس روز کہ میں پیدا ہوا اور مرنے کے دن اور اُس روز کہ میں پھر

۱۳۱۔ اپنے بھائی کی نافرمانی کو معاف کرو۔ اس کے عیبوں پر پردہ ڈالو احمق کے جھوٹے الزام پر صبر سے کام لو اور زمانہ کے عظیم مصائب کو برداشت کرو اور بدلہ لینے کا خیال دل سے نکال دو۔ ظالم کو خدا کے سپرد کر دو وہی اس کے ظلم کی بہتر سزا دینے والا ہے۔

۲۔ امام علیہ السلام کی تصنیفات

انبیا اور اوصیا کا یہ کام نہیں کہ عام مصنفوں کی طرح قلم دوات لے کر بیٹھیں اور کتابیں تصنیف کیا کریں۔ وہ جو شریعت خدا کی طرف سے لائے ہیں اس کو دیگر مضامین وحی کے ساتھ امت تک پہنچا دیتے ہیں۔ ائمہ اور اوصیا ان کی نیابت میں احکام دین کو دنیا میں شائع فرماتے ہیں۔ تصنیف و تالیف کا کام کرنا علمائے امت کا فرض ہے ان کو لازم ہے کہ ائمہ علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے علوم کو حاصل کریں پھر ان کو بجائے کتاب کی صورت میں لے آئیں چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے چار سو (۴۰۰) بزرگوں نے چار سو کتابیں علم حدیث، فقہ اور تفسیر میں تصنیف فرمائیں جن سے مذہب شیعہ کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوئیں

۸۔ اگر جہنم کا خوف اور بہشت کی طمع نہ ہوتی تب بھی ہم پر واجب تھا کہ خدا کی اطاعت بجالاتے۔

۹۔ انسان کو چاہیئے کہ خوشنودی خدا کا خیال رکھتے ہوئے کسی سے دوستی یا دشمنی کرے۔ بغیر اس کے ولایت خدا حاصل نہیں ہو سکتی۔

۱۰۔ جب تم کسی خیر و خوبی کو پہنچو تو اس پر مغرور نہ ہو بلکہ خدا سے یہ دعا کرو کہ اس کو برقرار رکھے اور تمام کو پہنچائے۔

۱۱۔ مامون نے ایک بار نصیحت چاہی تو آپ نے فرمایا۔ تو دنیا میں ہے جس کے لیے مدّت معیّن ہے۔ اس میں عمل کرنے والے کا عمل قبول ہوتا ہے۔ موت انسان کو گھیرے ہوئے ہے وہ اس کی امیدوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ انسان گناہ کرنے میں تو بڑی جلدی کرتا ہے لیکن توبہ کرنے کو اگلے زمانہ پر اُٹھا رکھتا ہے حالانکہ موت ناگہاں آجانے والی ہے۔ پس یہ عقلمند آدمی کا کام نہیں کہ توبہ میں تاخیر کرے۔

۱۲۔ ہم سب موت میں تاخیر ہونے اور عمر کی درازی کے امیدوار ہیں لیکن موت امیدوں کے لیے آفت ہے۔ تازہ آرزوؤں پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ میانہ روی اختیار کرو اور لمبی چوڑی امیدوں سے بچو۔ دنیا کی مثال ڈھلنے والے سایہ کی سی ہے۔

لیکن امام رضا علیہ السلام کو زمانہ کی ضرورتوں نے مجبور کیا کہ اپنے قلم سے بھی کچھ تحریر فرمائیں۔ چنانچہ تین کتابیں صحیفۃ الرضا۔ فقہ الرضا اور طب الرضا آپ سے یادگار ہیں۔

(۱) صحیفۃ الرضا میں حضرتؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی احادیث کو بیان فرمایا ہے۔ آداب و اخلاق و عبادات وغیرہ بہت سی مفید باتیں اس میں درج ہیں۔ اس کا ترجمہ مولوی حکیم اکرام الرضا صاحب نے اُردو میں کر دیا ہے اور نولکشور پریس میں چھپا ہے۔

(۲) طب الرضا۔ یہ وہ کتاب ہے۔ جو مامون کی درخواست پر حضرت نے علم طب کے متعلق تحریر فرمائی ہے۔ اس کا ترجمہ مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب مرحوم نے کیا ہے اور اسرار علوم الطبیہ اس کا نام ہے۔ نورالمطابع لکھنؤ میں چھپا ہے۔

(۳) فقہ الرضا۔ یا صحیفۃ الرضویہ۔ اس کتاب میں اصول عقائد و مسائل حلال و حرام تحریر فرماتے ہیں۔ مولوی شریف حسین صاحب بھریلوی نے اردو ترجمہ کر کے جواہر بہیّہ نام رکھا ہے۔

